قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران: 31)

اتباعِ سنت
اور
صحابہ وائمہ کے اصولِ فقہ

تالیف: ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس

مدرس المسجد الحرام وپروفیسر جامعہ ام القریٰ
مکہ مکرمہ سعودی عرب

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

جملہ حقوق بحق
انصار السنۃ پبلیکیشنز رجسٹرڈ
محفوظ ہیں

اتباعِ سنت اور صحابہ وائمہ کے اصولِ فقہ

تالیف: ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس
مدرس المسجد الحرام و پروفیسر جامعہ أم القری
مکہ مکرمہ سعودی عرب

ناشر: ابو مومن منصور احمد

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

Dar-us-Salam
486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

آئینہ مضامین

- مقدمہ ---------- 7
- باب اوّل: ...... اتباع کے بیان میں ---------- 18
- فصل 1: ...... اتباع کی تعریف ---------- 19
- لغوی تعریف ---------- 19
- اصطلاحی تعریف ---------- 19
- فصل 2: ...... انسان کی غرض تخلیق ---------- 20
- فصل 3: ...... انبیاء ورسل علیہم السلام کی بعثت ---------- 22
- فصل 4: ...... تمام امتوں پر رسولوں کے حق میں کیا واجب تھا ---------- 29
- فصل 5: ...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کے درمیان کا وقفہ ---------- 33
- فصل 6: ...... بعثت نبوی کے وقت پوری دنیا کی حالت ---------- 35
- فصل 7: ...... صحابہ کرام نے کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا؟ ---------- 50
- فصل 8: ...... اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتباع کا حکم ---------- 54
- فصل 9: ...... اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل ---------- 77
- فصل 10: ...... خیر القرون کے بعد حالات کی تبدیلی ---------- 90
- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال ---------- 91
- امام مالک رحمہ اللہ کے اقوال ---------- 92

- امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال ---------- 93
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال ---------- 95
- مقلدین مذاہب کا تناقض ---------- 97
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی اتباع کے متعلق ---------- 102
- ائمہ اسلام کی فقہ ---------- 106

دوسرا باب: ..... تفقہ اور فقہ سلف کے بیان میں ---------- 109

- فصل 1: دین کے سیکھنے کا وجوب ---------- 110
- فصل 2: الفقہ فی الدین ---------- 119
- فصل 3: فروعی فقہ کی تقسیم ---------- 123
- فصل 4: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصول فقہ ---------- 128
- فصل 5: ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اصول فقہ ---------- 130
- فصل 6: طلب فتویٰ اور فتویٰ ---------- 150
- فصل 7: طالب فتویٰ کا فرض ---------- 153
- فصل 8: مفتی پر دلیل راجح سے فتویٰ دینا واجب ہے ---------- 164
- فصل 9: مفتی کے لیے اختلاف العلماء کا جاننا ---------- 168
- فصل 10: اختلاف علماء میں مفتی کا موقف ---------- 170
- فصل 11: مفتی کے آداب میں سے مسئلہ کی دلیل کا ذکر کرنا ہے ---------- 175
- خاتمہ ---------- 176

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ①

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ②

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ③

---

① آل عمران: 102۔ ② النساء: 1۔

③ الاحزاب 70-71۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَا لَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ. وَبَعْدُ!

سبب تالیف

①: گزشتہ سال رجب وشعبان میں میں انڈیا میں تھا اس درمیان حیدرآباد کے مضافات میں کچھ متعصب افراد نے ایک اہل حدیث مسجد کو مسمار کردیا، کیونکہ ان کے کسی عالم نے یہ فتوی دے دیا تھا کہ ان کی مسجد منافقین کی مسجد ضرار کی طرح ہے بلکہ یہود و نصاریٰ کے گرجاؤں کی طرح ہے۔

مسجد گرادی گئی، اس کا فوٹو بروقت اخباروں میں آیا تھا جسے میں نے خود دیکھا۔ افسوس کی انتہاء نہ رہی کہ امت محمدیہ کس طرح ہلاک ہورہی ہے۔

اسی مناسبت سے بعض بھائیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ سب مذہبی تعصب کی بنا پر ہوا ہے اس موضوع پر کچھ ضرور لکھیں!

②: اکثر مسلمان ملکوں میں عمل بالکتاب والسنۃ اور اس کی دعوت کے خلاف غلط پروپیگنڈے کئے جاتے ہیں، عوام کو متنفر کرنے کے لیے انہیں علماء حضرات تک بے دین، غیر مقلد، لامذہب وغیرہ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

میرا تجربہ ہے کہ دینی طلبہ کی بہ نسبت عصری علوم کے طلبہ اور اسکالر دین خالص کو سمجھنے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اسے قبول بھی کرتے ہیں ان سے جب ذکر کیا جاتا ہے کہ صحیح عقیدہ وعمل خالص دین وہی ہے جو کتاب وسنت سے لیا جائے اور جو نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی میں مکمل ہوچکا ہے۔

③: حرم پاک کے دروس اور دوسرے لیکچرز کے موقع پر جب بہت سے لوگ بحمداللہ کتاب وسنت کی بات اور انہی پر مبنی اپنے سوالات کے جوابات سنتے ہیں تو سوال کر بیٹھتے ہیں

کہ آپ کس مذہب کو فالو کرتے ہیں ؟ ان سب بھائیوں کو میرا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب کتاب وسنت ہے ،تمام ائمہ کرام ہمارے امام ہیں لیکن جس کی بات کتاب وسنت کے موافق ہو اسی کو لیتا ہوں ، کسی ایک کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتا، میں اپنی نسبت اپنے پیارے رسول محمد ﷺ کی طرف کرتا ہوں۔ یا اپنے کو سلفی اور اثری کہتا ہوں۔

جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو تلاش کرنے والا۔ کیونکہ ہر پہلو سے اصل دین وہی ہے جو عقیدہ وعمل کے لحاظ سے عہد نبوی ہی میں مکمل ہو چکا ہے تو سنتے ہی بہت سے ایسا کہہ جاتے ہیں کہ وہ شخص مسلمان کیسے ہوگا جو کسی امام کا مقلد نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علماء کرام عوام کو یہی سمجھاتے ہیں اور ان کا فتویٰ یہی ہوتا ہے کہ چاروں مذہب (حنفی ،مالکی ،شافعی اور حنبلی) میں سے کسی نہ کسی کی تقلید واجب ہے۔ اس لیے عوام اپنے علماء کے تابع ہو کر اسی کے معتقد ہیں۔

④: میرا ایمان وعقیدہ ہے کہ مختلف مذاہب کی تقلید ہی کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت اختلاف ہے اور اختلاف سے اللہ رب العزت نے منع فرمایا ہے۔

اتفاق و اتحاد کی نعمت ہی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھائی بھائی ہوئے تھے۔ اسی اختلاف مذاہب ہی کی بنا پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان و آبرو کو حلال سمجھ لیتا ہے۔

تاریخ میں ان واقعات کو پڑھ کر ایک مسلمان کو درس لینا چاہئے کہ جو چیز اللہ کے حکم کے خلاف کرنے کا سبب بنتی ہے وہ کبھی شرعی چیز نہیں ہو سکتی۔ چہ جائے کہ وہ چیز شریعت میں واجب ہو۔

⑤: مذہبی تعصب کی بنا پر صریح صحیح ثابت شدہ سنتوں کو بھی بے عمل کر دیا جاتا ہے۔ بہت پہلے کسی عالم کی اردو کیسٹ سنی تھی جس میں وہ سلفی لوگوں کو کہتا ہے کہ یہ لوگ سلفی (سین کے پیش کے ساتھ) ہیں ،منجملہ اور گالیوں کے یہ بھی اس شخص نے کہا کہ اگر کسی کو اہلحدیث

لوگوں کی عورتوں کے حسن کا مظاہرہ کرنا ہو تو ان کی مسجدوں کے پاس جا کر اس کا نظارہ کر لے کیونکہ ان کی عورتیں مسجدوں میں صلاۃ پڑھنے کو آتی ہیں خصوصاً جمعہ کے دن، اس حنفی عالم نے درحقیقت حدیث رسول ﷺ کا مذاق اڑا کر یہ باتیں کہی ہیں۔

صحیح حدیث میں پیارے رسول ﷺ کا فرمان ہے۔

«لَاتَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.» [1]

''کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو!''

میں حرم پاک میں اردو میں درس دے رہا تھا، کسی نے سوال کیا کہ عورتوں کا مسجدوں میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اپنی عادت کے مطابق اسے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ نے جائز فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کے عہد مبارک میں صحابیات مسجدوں میں جاتیں اور فرض صلاۃ اور کسوف وغیرہ پڑھتی تھیں، نیز آپ نے انہیں مساجد میں جانے کی اجازت دی۔ اور امت کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ انہیں مسجدوں میں جانے سے نہ روکو!

آپ کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث اپنے بیٹوں کے سامنے پڑھی، کسی بیٹے نے کہا کہ ہم تو انہیں نہ جانے دیں گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی یہ بات سن کر سخت ناراض ہوئے اور انہیں برا بھلا کہا اور کہا کہ میں تمہارے سامنے حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر عمل نہ کرنے کا اعلان کر رہے ہو! [2]

اذان عشاء کے بعد بنگلور شہر کے ایک بزرگ میرے پاس آئے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بنگلور میں ایک بہت بڑی مسجد بنائی جس میں عورتوں کی مسجد الگ راستے، الگ باتھ رومز وغیرہ کے ساتھ بنائی۔

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: 990.

[2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: 990.

رمضان المبارک میں مسجد کا افتتاح ہوا لوگوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، عورتوں اور مردوں نے رمضان میں صلاۃ پڑھیں خصوصاً تراویح کی صلاتیں عورتوں کی بڑی تعداد نے مسجد میں ادا کی۔

لیکن بعد از رمضان علماء نے اکٹھا ہو کر عورتوں کی مسجد کو بند کرادیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں عورتوں کی صلاۃ مسجد میں جائز نہیں۔

بہت پہلے ایک دن عصر کے بعد میں نے طواف کیا ساتھ میں ایک پاکستانی بھائی بھی مل گئے۔ طواف کے بعد میں مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعتوں کی ادائیگی کے لیے آگے بڑھا تو پاکستانی بھائی نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ عصر کے بعد کوئی صلاۃ پڑھنی جائز نہیں یہ مکروہ وقت ہے۔ میں نے کہا: کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اے عبد مناف کی اولاد! تم اس گھر کے طواف کرنے اور اس مسجد میں صلاۃ پڑھنے سے رات و دن کی کسی گھڑی میں کسی کو نہ روکو'' اس شخص کو تسلی نہ ہوئی، اور اس لفظ میں مجھ سے پوچھا: کہ کیا یہ حنیفہ حدیث ہے؟ میں نے کہا کہ حدیث تو پیارے رسول ﷺ کی ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو لیا ہے؟ میں نے کہا، جب صحیح حدیث ہمیں مل گئی تو اس کو چھوڑنا جائز نہیں کسی امام نے نہ بھی لی ہو۔ کیونکہ خود ہمارے اماموں نے ہمیں تاکید فرمائی ہے کہ صحیح حدیث رسول ﷺ مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کو لے لو۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نہیں لیا ہے لیکن دوسرے اماموں نے لیا ہے۔ اور یہ حدیث حرم پاک کی خصوصیت کی دلیل ہے۔ اس لیے میں پڑھ رہا ہوں۔ لیکن وہ شخص راضی نہ ہوا، بلکہ منہ بنا کر چلتا بنا۔

یہ بات بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مکہ مکرمہ اور ہندو پاک کے متعصبین اسی بنا پر مجھے سخت وسست کہتے اور تہمت دیتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دشمن ہوں، اس تہمت کا حساب اللہ رب العزت ہی لیں گے۔

میں الحمد للہ تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کا متبع ہوں۔ ان کے علوم سے استفادہ کرتا ہوں، کیونکہ وہ

سب ائمہ اہل حدیث میں سے ہیں۔لوگوں کو تاکید بھی کرتا ہوں کہ ائمہ کی محبت ،ان کے لیے دعا کرنا،ان کے فقہ سے استفادہ واجب ہے۔لیکن حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی ایک کی تقلید جائز نہیں! یہ بات تعصب پرستوں کو اچھی نہیں لگتی۔

منجملہ اسباب تالیف کے یہ بھی ہے کہ ایک بار مکہ مکرمہ میں ایک عربی محترم شخصیت کے پاس کچھ ہندوستانی اہل حدیث علماء کے ساتھ حاضر ہوا، بیٹھتے ہی علماء کرام کو ان بزرگ نے نصیحت کرنا شروع کردی کہ میرے بھائیو! آپ لوگ ہندوستان کے عام لوگوں سے جدا نہ رہو۔«لا تفارقوا الجماعة.»

مزید کہا: بعض سنتوں پر عمل کے لیے تشدد نہ برتو۔

اور یہ بھی کہا: کہ میں نے تمہارے جامعہ کی مسجد میں تمام طلبہ کو دیکھا کہ سینے پر ہاتھ رکھتے اور آمین بالجہر کہتے ہیں۔اسی سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔یہ بھی سنت رسول ﷺ ہے کہ بعض اوقات بعض سنتوں کو چھوڑ دیا جائے۔

ان کی باتیں سن کر بیچارے ہمارے علماء بڑے ادب سے اتباع سنت کا حوالہ دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم کسی پر سختی نہیں کرتے۔ ہماری مسجدوں اور ہمارے جامعات کے دروازے ہر کسی کے لیے کھلے ہیں۔لیکن بزرگ ہیں کہ ملامت کے انداز میں اپنی بات دہرائے ہی جارہے ہیں،مجھ سے نہ رہا گیا۔تو باادب گزارش کی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ دین خالص کی دعوت دو اور اسی پر عمل کرو۔اور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ہے اس شخص کے لیے جو سنت رسول ﷺ کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

اگر ہر شخص مصلحت پرستی میں چپ رہ کر سنت رسول ﷺ کی دعوت نہ دے اور نہ ہی اس پر عمل کرے تو سنت ہمیشہ کے لیے بھلا دی جائے گی،لوگ حق و باطل کی تمیز نہ کرسکیں گے ،پھر یہی علماء اللہ کے ہاں مجرم گردانے جائیں گے۔

لیکن ان بزرگ نے میری بات کو ان سنی کردیا اور اکثریت میں ضم ہوجانے اور اپنے زعم

میں سنت پر عمل کر کے فتنہ نہ پھیلانے کی نصیحت میں رواں رہے۔

تعجب اور افسوس کی حد نہ رہی کہ عجیب بات ہے! کہ ایک شخص موحد حکومت میں پلا پڑھا ،جس حکومت نے سنت کا احیاء کیا ،بدعات کو مٹایا اور بفضل اللہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردی ،اس میں تربیت پانے والا ایک شخص ایسی باتیں کررہا ہے۔ پھر تعجب اور افسوس جاتا رہا جب یہ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ ہندوستانی بعض نئی جماعتوں سے متعلق ہیں اور اس کے داعی اور مؤید بھی ہیں۔

نیز یہ بھی کہہ دوں کہ اس قسم کے افکار ہی نے امت کو پارہ پارہ کیا ہے۔ اور اس قسم کے افکار کے حاملین کو جب بھی طاقت ملی تاریخ اسلام گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے مخالف مذہب کے مسلمانوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کیا کچھ نہ ستایا گیا،تاریخ صادق میں اس واقعہ کو پڑھ کر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہ پوری حکومت ایک طرف مفسدین کی جماعت کو حکومت اور طاقت کی پشت پناہی ملی۔ اور جی بھر کر امام احمد بن حنبل اور ان کے ساتھ سنت پر عمل کرنیوالوں کو ستایا گیا۔ یہاں تک کہ کچھ اسی عذاب کے نیچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

امام بقی بن مخلد (200-273ھ) کو بھی سنت پر عمل اور اس کی دعوت پر فقہاء مالکیہ نے ان کا جینا مشکل کر دیا تھا۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی توصیف اس طرح کی ہے: کہ امام ،مجتہد ،صالح ،ربانی ،سچے، مخلص ،علم وعمل میں بڑی حیثیت کے عالم تھے جن کا کوئی مثیل و ہمسر نہ تھا۔ «يُفْتِي بِالْأَثَرِ وَلَا يُقَلِّدُ أَحَدًا» ''سنت کی روشنی میں بغیر کسی کی تقلید کے فتویٰ دیتے تھے۔''[1]

ابن الفرضی کہتے ہیں: کہ بقی بن مخلد نے اندلس کو حدیث رسول ﷺ سے بھر دیا۔ اس پر اندلس کے ان کے دوسرے اصحاب محمد بن حارث اور احمد بن خالد و ابو زید نے ان پر نکیر کی

[1] سیر أعلام النبلاء: 286/13 .

کہ انہوں نے غیر معروف حدیثوں اور اختلاف علماء کی کتابوں کو اندلس میں داخل کر دیا ہے۔ حاکم وقت کو بھی ان کے خلاف برانگیختہ کیا۔ پھر اللہ رب العزت نے ان کو تمام لوگوں پر غلبہ دیا اور لوگوں کے شر سے بچالیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی حدیثیں لوگوں میں پھیلائیں اسی تاریخ سے اندلس میں حدیث شریف کا شیوع وذیوع ہوا۔ ①

علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: حاکم اندلس محمد بن عبدالرحمٰن اُموی خلیفہ عالم آدمی تھا، جب بقی بن مخلد اندلس میں مصنف ابن ابی شیبۃ لے کر داخل ہوئے اور اس کا درس شروع کیا تو اہل الرای کی ایک جماعت نے مذہب کے خلاف چیزوں پر انکار اور ناراضگی ظاہر کی، عام لوگوں کو امام بقی کے خلاف بھڑکا دیا اور مصنف ابن ابی شیبۃ کو پڑھنے سے روک دیا۔ حاکم اندلس نے سب کو اپنی مجلس میں جمع کر کے مصنف کے ایک ایک جزء پر نظر ڈالی۔ پھر اپنی لائبریری کے خازن سے کہا: کہ ہمارے مکتبے میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے، اس کا ایک نسخہ کرا کے اس میں رکھدو۔

پھر بقی بن مخلد رحمہ اللہ سے کہا کہ اپنے علم کو پھیلاؤ اور جو احادیث تمہارے پاس ہیں ان کی روایت کرو۔ اور لوگوں کو انہیں ستانے اور چھیڑنے سے منع کر دیا۔ ②

تعصب مذہبی کی ایک مثال قدیم زمانے کی ایک یہ بھی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اصبغ بن خلیل کے ذکر میں لکھا ہے: کہ وہ شروط کے علم میں تو بہت ماہر تھا لیکن سنت کے علم سے بے بہرہ تھا، روایت میں متہم بالکذب تھا، عدم رفع الیدین کے بارے میں اس نے روایت گھڑ ڈالی جیسا کہ بیان کیا جارہا ہے۔ قاسم بن اصبغ (مالکی) نے بیان کیا ہے کہ اصبغ ہی نے مجھے بقی بن مخلد سے حدیث سننے سے منع کیا تھا۔ اور میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے تابوت میں خنزیر ہو لیکن مصنف ابن أبی شیبہ نہ ہو۔ پھر قاسم نے اس

① تاریخ علماء الاندلس: 93,92/1 .

② سیر أعلام النبلاء: 288/12 .

پر بددعائیں کیں۔ ①

تعصب مذہبی ہی کی بناپر مسجد حرام میں آٹھ صدیوں تک چاروں مذہب کے لوگ اکٹھا صلاۃ نہ پڑھتے، چاروں اماموں میں سے ہر امام کے نام سے الگ امام مقرر تھے۔ ایک امام کا مقتدی دوسرے امام کے مقلد امام کے پیچھے صلاۃ نہ پڑھتا۔ کسی زمانے میں زیدی شیعہ کا بھی الگ مصلیٰ تھا، پانچ اماموں کے پیچھے الگ الگ صلاۃ ہوتی تھی۔

کس قدر دل خراش منظر تھا، یقیناً یہ حادثہ تاریخ اسلام کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ تھا اللہ تعالیٰ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے درجات کو جنت الفردوس میں بلند فرمائے کہ انہوں نے اس بدعت کا خاتمہ کیا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: کہ شاہ افضل بن صلاح الدین عزیز مصر نے اپنی وفات سے کچھ پہلے 595ھ میں حنابلہ کو اپنے ملک سے باہر نکال دینے کا عزم کرلیا تھا اور دوسرے لوگوں کو بھی نکال دینے کے لیے لکھنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

مزید لکھا ہے: کہ 595ھ میں حافظ عبدالغنی مقدسی کی وجہ سے دمشق میں ایک فتنہ کھڑا ہوا اس طرح کہ حافظ عبدالغنی نے اموی جامع مسجد میں حنابلہ کے محراب ② کے پاس درس دیتے ہوئے عقیدے سے متعلق کلام کیا۔ اس پر قاضی ابن الترکی اور ضیاء الدین الخطیب الدولعی نے سلطان معظم اور امیر صارم الدین برغش سے مل کر ایک مجلس مناظرہ مقرر کی۔ جس میں اللہ رب العزت کے عرش پر مستوی ہونے اور عرش سے نزول فرمانے، اور حرف اور آواز سے متعلق مناظرہ ہوا۔

نجم حنبلی نے دیگر تمام فقہاء سے موافقت کا اظہار کیا۔ لیکن حافظ عبدالغنی اثبات استواء وغیرہ کے عقیدے پر ثابت رہے۔ تب امیر برغش نے حافظ کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ سب

① سیر أعلام النبلاء: 302/13- الاعتصام: 348/2.

② یاد رہے کہ جامع مسجد دمشق میں چار مصلے الگ الگ اب تک ہیں۔

لوگ گمراہی پر ہیں اور تم تنہا حق پر ہو؟ حافظ صاحب نے کہا: جی ہاں، اس بات کو سن کر امیر کو غصہ آیا، اور انہیں حکومت سے باہر نکال دینے کا حکم صادر کر دیا۔ تین دن کی مہلت دی۔ امیر برغش نے قلعہ کے قیدیوں کو حکم دیا انہوں نے حنابلہ کے منبر کو توڑ ڈالا۔ اس دن حنابلہ کے مصلیٰ میں صلاۃ ظہر نہ ہو سکی، کتابوں کی الماریوں اور صندوقوں کو وہاں سے نکال پھینکا، بڑا ہنگامہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن فتنوں سے ہم سب کو پناہ دے۔ حافظ عبدالغنی ''بعلبک'' کو چلے گئے پھر وہاں سے مصر پہنچے۔ محدثین نے شفقت و اکرام کے ساتھ انہیں پناہ دی۔ ①

نیز ضیاء مقدسی کا بیان ہے کہ موصل (عراق) میں ہم لوگ «الضعفاء للعقیلی» کا سماع کر رہے تھے، اس پر مجھے اہل موصل نے پکڑ کر جیل میں ڈال دیا، وہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ضعفاء میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر آیا ہے۔ ایک لمبے قد کا آدمی تلوار لیے میرے پاس آیا۔ میں نے سوچا اب مجھے قتل ہی کر دے گا۔ اور آرام پا جاؤں گا۔ لیکن اس نے کچھ نہ کہا، پھر مجھے رہا کر دیا گیا۔

ہوا یوں کہ ان کے ساتھ حافظ برنی بھی سماع کر رہے تھے، انہوں نے ان اوراق کو جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کچھ ذکر تھا کتاب سے غائب کر دیا۔ جب تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا تو ان کو رہا کر دیا گیا۔

تاریخ کی کتابوں میں سلفی عقیدہ اور عمل بالکتاب والسنہ کے دعاۃ کے خلاف اس قسم کے واقعات کو پڑھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کاش! علماء اسلام کی طرف سے اپنے بھائی علماء پر ظلم و تعدی کے یہ حادثات نہ ہوتے۔ درحقیقت اس قسم کے حوادث کے ذمہ دار علماء ہی ہیں جو عوام کی قیادت کرتے ہیں، کیا ان غیر شرعی کاموں کا مزید گناہ ان علماء کو نہیں ملے گا؟

① البدایه والنهایه: 218/13- سیر أعلام النبلاء: 463/21 - نیز اس کی مزید تفصیل مؤلف کی کتاب المسجد الحرام تاریخه وأحکامه میں دیکھیں۔

ضرور ملے گا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ○﴾ ①

''نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنے پورے گناہ تو اٹھائیں گے ہی ،مزید ان کے گناہ بھی اٹھائیں گے جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے۔دیکھو کتنا برا بوجھ ہے۔''

ان علماء کرام کو اللہ کے بندوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے، اس کتاب کو لوجہ اللہ اپنی اور علماء کرام کی تذکیر اور نصیحت کے لیے لکھا ہے۔ اللہ رب العزت ہی دلوں کے حال جانتا ہے۔

اس کتاب میں ہم نے ہر مسئلے کو کتاب و سنت اور آثار صحابہ وسلف کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس کتاب کے عربی ایڈیشن کا نام «الاتباع وأصول فقه السلف» اختیار کیا ہے۔جس میں دو باب ،خاتمہ اور فہرست موضوعات ہے۔ ہر دو ابواب میں کئی فصلیں ہیں۔ اُردو میں اس کا نام ''اتباع سنت اور صحابہ و ائمہ کے اصول فقہ'' ہے۔اس کتاب کی کتابت ہمارے مخلص دوست مولانا شیخ فضل الرحمٰن نے کی ہے نیز آیات و احادیث کا مراجعہ بھی کیا ہے اللہ انھیں جزائے خیر دے اور صحت و عافیت سے نوازے۔

مؤلف

① النحل :25 .

بَابِ اوّل

اتباع کے بیان میں

فصل 1

اتباع کی تعریف

لغوی تعریف:

تباع عربی زبان میں باب افتعال کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے کسی کے پیچھے چلنا، کہا جاتا ہے: اتبع القرآن "قرآن کی اقتداء کی اور اس کے احکام پر عمل کیا۔ ①

اصطلاحی تعریف:

شرعی اصطلاح میں اتباع کے معنی ہیں: عقیدہ و عمل میں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تعمیل کرنا اور اسی کی اقتداء کرنا۔ اس لیے اتباع یہ ہے: کہ اللہ کی کتاب اور رسول کریم ﷺ کی سنت کے پیچھے چلنا اور یہ اتباع ہر اس شخص پر فرض ہے جس کو یہ پہنچ جائے۔ اسی طرح خلفاء راشدین کی اتباع بھی اتباع ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ.» ②

"میری سنت کو پکڑلو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑلو۔"

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت مسلمہ کے علماء کے اجماع کی اتباع بھی اتباع ہے۔ یہ سب شرعی دلیلیں ہیں جن کی اتباع واجب ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت کی دلیلوں پر قیاس صحیح کی اتباع بھی اتباع ہے۔ البتہ قیاس کی حجیت میں اختلاف ہے۔

① لسان العرب: 27/8، 28، مادہ: تبع. ② إرواء الغليل، حديث نمبر: 2455.

فصل ②

انسان کی غرض تخلیق

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ①

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسی ذات کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔ ہم تو تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر احسان کا ذکر کیا ہے۔ کہ ہم نے تمہارا ذکر اپنی اونچی مجلس میں تمہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی کیا تھا۔ اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کرو اور لوگوں کے سامنے بیان کرو۔ جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ زمین میں ایک قوم پیدا کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے بعد صدیوں آتے رہیں گے، فرشتوں نے اللہ کے دیئے ہوئے علم خاص سے سمجھ لیا کہ زمین کا یہ خلیفہ زمین میں فساد کرے گا، اس لیے رب عزوجل سے اس کی پیدائش کی حکمت پوچھی نہ اللہ کے پیدا کرنے پر اعتراض تھا، نہ بنی آدم کے اوپر حسد۔ اور یہ سمجھا کہ بنی آدم کی غرض تخلیق اللہ کی عبادت اور اس کی تسبیح وتحمید ہے۔ اسی لیے کہا کہ اے اللہ یہ مقصد

① البقرہ : 30 .

تو ہم پورا ہی کر رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا: کہ ان کی پیدائش کے پیچھے جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں۔ نوع انسان میں اگر فساد ہے تو ان میں انبیاء اور رسل، صدیقین، شہداء، صالحین عباد، زہاد، ابرار، ومقربین، علماء عاملین اور اللہ اور رسول ﷺ کے محبین بھی ہوں گے۔ ①

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ ②

''میں نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

① تفسیر ابن کثیر: 115/1 .

② الذاریات : 56 .

فصل ③

انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت

آدم علیہ السلام اور تمام انسانوں کو اللہ نے فطرت اور اسلام پر پیدا کیا ہے۔ صرف اللہ کی عبادت کے لیے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ آدم علیہ السلام کے بعد مدتوں لوگ اسی فطرت پر قائم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے رہے۔ پھر شیطان نے انہیں گمراہ کیا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ ①

''دراصل تمام لوگ ایک ہی امت تھے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچ اور حق کی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کے مختلف فیہ مسائل میں ان سے اللہ

① البقرہ : 213 .

کا فیصلہ لیں۔ اختلاف انہی لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی واضح نشانیاں آنے کے بعد سرکشی اور بغاوت کرکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اختلاف کے درمیان سے اپنے حکم سے حق کی ہدایت دی۔ اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔''

امام حاکم نے صحیح سند سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نوح اور آدم علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ تھا۔

«كَانَ بَيْنَ نُوْحٍ وَآدَمَ عَشْرَةُ قُرُوْنٍ كُلُّهُمْ عَلَى شَرِيْعَةٍ مِنَ الْحَقِّ فَاخْتَلَفُوْا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ.» [1]

''آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کی مدت تھی ان میں سب کے سب حق کی شریعت پر قائم رہے۔ پھر جب اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔''

اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انبیاء کرام کو بھیجتا رہا اور مومن لوگ ان سے ایت پاتے رہے۔ اس لیے امت محمدیہ کے لیے بھی ہدایت کا واحد طریق یہی ہے کہ تلاف کے مسائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کو طلب کرے۔ اختلاف کے میان حق کی طلب اور تلاش اور اسے پالینے کی دعا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم میں اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کی صلاۃ پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة: 854/7.

يَخْتَلِفُوْنَ ، إِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ ،إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.»[1]

''اے جبریل ،میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں و زمینوں کو پیدا کرنے والے، کھلی اور چھپی چیز کو جاننے والے ،تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کے اختلاف میں فیصلہ کرنے والا ہے،جس چیز میں اختلاف ہو تو مجھے اپنے حکم سے حق کی ہدایت دے۔تو ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے انبیاء و رسل کو ان کی اقوام میں بھیجتا رہا۔

ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾[2]

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝﴾[3]

''عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا: کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود برحق نہیں ،تم جھوٹ و افتراء کرتے ہو۔''

مزید فرمایا:

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ

[1] صحيح مسلم : 1847 . [2] هود : 25 . [3] هود : 50 .

ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ○﴾ ①

''ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود برحق نہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ﴾ ②

''مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا: اے قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی برحق معبود نہیں۔''

اسی طرح انبیاء ورسل کو اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے خاص اقوام میں بھیجتا رہا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○﴾ ③

''پھر ہم نے رسولوں کا سلسلہ جاری کیا جب بھی کوئی رسول کسی امت میں آتا تو وہ اسے جھٹلا دیتے، تو ہم نے ایک کے پیچھے دوسروں کو ہلاک کر کے ان کو لوگوں کے لیے قصۂ عبرت بنا دیا اور رحمت سے دوری ہو ان قوموں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔''

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

① هود: 61. ② هود: 84. ③ المؤمنون: 44.

وَعِيسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ ﴾ [1]

''اے نبی محمد ﷺ ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی۔ ہم نے (داود) کو زبور دیا۔ اور کچھ رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے اور بہت کے قصوں کو بیان نہیں کیا۔ اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحیی اور عیسیٰ علیہم السلام۔ اسی طرح بہت سے مفسرین کے نزدیک ذوالکفل بھی نبی ہیں۔ سب کے آخر میں سب کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: کہ اے اللہ کے رسول، کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كَانَ آدَمُ نَبِيًّا مُكَلَّمًا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوحٍ عَشَرَةُ قُرُوْنٍ وَكَانَتِ الرُّسُلُ ثَلَاثُمَائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ.» [2]

---

[1] النساء: 163-164.

[2] سلسلة الاحاديث الصحيحه، رقم: 2668.

''ہاں نبی تھے جو اللہ سے ہم کلام ہوئے۔ پھر پوچھا: آدم اور نوح کے درمیان کتنی مدت تھی؟ فرمایا: دس صدیاں، پھر پوچھا: رسول کتنے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تین سو پندرہ رسول تھے۔''

صحیح ابن حبان کی ایک طویل روایت میں ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''کہ میں نے کہا کہ اللہ کے رسول! انبیاء کتنے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ایک لاکھ بیس ہزار، پھر میں نے سوال کیا کہ ان میں سے رسول کتنے تھے؟ فرمایا: تین سو تیرہ کی ایک بڑی جماعت تھی۔ میں نے پوچھا: سب سے پہلے کون تھے؟ فرمایا: آدم علیہ السلام۔ پوچھا کہ کیا وہ نبی مرسل تھے؟ کہا: ہاں اللہ نے انہیں اپنے دست مبارک سے پیدا کیا تھا۔''①

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے رسول تھے۔ لیکن صحیح بخاری کی شفاعت کی حدیث میں ہے۔ کہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے نوح! بیشک آپ زمین والوں کی طرف اللہ کی طرف سے پہلے رسول ہیں۔②

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں نہ کہ آدم علیہ السلام تو اس بارے میں علماء کرام کی توضیح یہ ہے کہ:

نوح علیہ السلام آدم کی اولاد میں سے پہلے رسول ہیں۔ اس لیے آدم علیہ السلام کے علی الاطلاق پہلے رسول ہونے سے کوئی اختلاف اور تعارض نہیں۔ واللہ اعلم

علامہ سندھی کہتے ہیں: ''کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو کفار کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے آدم وشیث وادریس علیہم السلام کفار کی طرف نہیں بلکہ مومنوں کو شریعت سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے کیونکہ نوح علیہ السلام سے پہلے کفر کا وجود نہ تھا۔''③

---

① الاحسان: 77/2، حدیث نمبر: 361۔ ② صحیح بخاری: 504/8۔

③ شرح ابن ماجہ: 525/4۔

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ایک اور اشکال کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں: کہ نوح علیہ السلام زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں تو یہ حدیث نبی کریم کی خصوصیت والی حدیث سے متعارض ہے جس میں آیا ہے۔ کہ مجھ سے پہلے کے انبیاء صرف اپنی قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر ازالۂ تعارض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام تو اپنی قوم ہی کی طرف بھیجے گئے۔ آپ کی اصل بعثت میں عموم نہیں تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ طوفان نوح میں ہلاک ہونے کے بعد پوری دنیا میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان کی قوم ہی کے باقی ماندہ لوگ تھے۔[1]

---

① تحفۃ الاحوذی: 297/3۔

فصل ④

تمام امتوں پر رسولوں کے حق میں کیا واجب تھا

ہر نبی کی قوم پر واجب تھا کہ اللہ کی طرف سے لائی ہوئی وحی کی اتباع کریں، خواہ وہ وحی کسی کتاب وصحیفہ کی شکل میں ہو یا بغیر کتاب کی وحی ہو یا دونوں طرح کی ہو۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ①

''ہم نے جو بھی رسول بھیجے تو اس مقصد کے لیے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؀﴾ ②

''ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا تو ان کی قوم کی زبان جاننے والے کو ہی بھیجا تاکہ واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کردیں، تو اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔''

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّـبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ ③

''بے شک ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح (علیہ السلام) اور

① النساء: 64۔ ② ابراھیم: 4۔ ③ النساء: 163۔

ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی، اور ابراہیم کی طرف بھی وحی کی۔''

یہ بات واضح ہے کہ بہت سے انبیاء کو کوئی کتاب نہ دی گئی تھی۔ ان کی طرف وحی کتاب کے علاوہ تھی۔ (جو حدیث کی قسم سے تھی) ان کی امتوں پر فرض تھا کہ نبی کی لائی ہر چیز کی اتباع کریں جو اللہ کی طرف سے وہ لے کر آئے تھے۔ خواہ وہ کتاب کی شکل میں یا حدیث کی شکل میں ہو۔

اس معنی کی توضیح یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بحکم رب، فرعون اور اس کی کابینہ سے جو خطاب کیا اور پھر اس کے بعد جو حادثات پیش آئے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کا نتیجہ ہوا۔ وہ خطاب صرف وحی غیر متلو یعنی از قبیل حدیث کے ذریعہ ہوا، ابھی موسیٰ علیہ السلام کو تورات نہ ملی تھی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ [1]

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد توریت دی جس میں لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔''

تمام قوموں پر ذلت کا تسلط اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسولوں کی مخالفت اور عدم اطاعت کی بنا پر تھا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝﴾ [2]

''بنی اسرائیل پر ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر

[1] القصص: 43. [2] البقرة: 61.

لوٹے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے اور انبیاء کو بغیر حق کے قتل کر دیتے تھے اور عصیان کر کے حد سے تجاوز کرتے تھے۔''

﴿وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ○ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ○﴾ ①

''اس قوم عاد نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی۔ اور ہر سرکش اور عناد والے کی اتباع کی۔ اس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت میں لعنت ہی پائیں گے۔ عاد نے اپنے رب کا کفر کیا عاد کو رحمت سے دوری رہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اقوام کی ہلاکت اپنے رسولوں کی اطاعت نہ کرنے کی بنا پر ہوئی۔ امتوں کے منجملہ معاصی کے یہ بھی تھا کہ انہوں نے دین میں تفرقہ اور اختلاف ڈالا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ○ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ○ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○﴾ ②

''اللہ کی طرف سے رسول پاک قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ اس میں قیمتی کتابیں تھیں۔ جن کو کتابیں دی گئیں انہوں نے تفرقہ اور اختلاف واضح نشانیاں آجانے کے بعد کیا۔''

امت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختلاف اور تفرقہ سے ڈرایا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

① هود: 59-60. ② البينة: 2-4.

الْبَیِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ [1]

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے واضح آیات ونشانیاں آجانے کے بعد اختلاف وتفرقہ کیا ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

اس سلسلہ نبوت کے آخر میں اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء والمرسلین بنا کر ایک مدت کے بعد بھیجا۔

① آل عمران : 105 .

فصل 5

نبی کریم ﷺ سے پہلے نبیوں کے درمیان کا وقفہ

یہ چیز متفق علیہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے قبل عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُولَىٰ وَالآخِرَة » قَالُوْا: كَيْفَ يَارَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: «اَلأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ فَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ.»[1]

”میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ (علیہ السلام) سے سب سے زیادہ قریب ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا: پیغمبر ایک باپ کے بیٹوں کی طرح بھائی ہیں اگرچہ مائیں الگ الگ ہیں، مگر ان سب کا دین (اور پیغام) ایک ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں۔“

اس حدیث سے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک نبی تھے جن کا نام خالد بن سنان تھا۔ قضاعی وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

﴿ يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَّلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيرٌ وَّنَذِيرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾[3]

---

① صحيح بخاری، رقم: 3443۔ صحيح مسلم، رقم: 2365، 1837/4.

② تفسير ابن كثير: 52/2.

③ المائده: 19.

''اے اہل کتاب بالیقین ہمارے رسول تمہارے پاس آنے والے رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آئے ہیں جو تمہارے لیے صاف صاف بیان کررہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں، تو اب تو یقیناً خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے آ گئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ کہ اس نے ان کی طرف اپنے رسول محمد ﷺ کو خاتم النّبیین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ کوئی رسول۔ اور ایک لمبی مدت کے بعد بھیجا۔ بعض علماء نے اس لمبی مدت کا ذکر کیا ہے۔

ابو عثمان نہدی اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ چھ صدیوں کی مدت تھی۔ بخاری رحمہ اللہ نے سلمان فارسی صحابی رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے پانچ سو ساٹھ سالوں کا ذکر کیا ہے۔ معمر رحمہ اللہ نے اپنے بعض اصحاب سے پانچ سو چالیس سال کا ذکر کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ چار سو چالیس سال کے قریب کا فاصلہ ہے۔ شعبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے نبی کریم ﷺ کی ہجرت تک کی مدت نو سو تینتیس سال کی تھی۔ [1]

[1] تفسیر ابن کثیر: 53/2 .

فصل 6

بعثت نبوی کے وقت پوری دنیا کی حالت

بعثت نبوی کے وقت پوری دنیا اللہ کے اتارے ہوئے دین سے دور ہو چکی تھی، معدودے چند لوگوں کے علاوہ جو مختلف ادیان کے باقی ماندہ احکام کے عامل تھے۔

چھ صدیوں کی لمبی مدت میں لوگ نبوت سے دور ہو کر انبیاء کی اکثر ہدایات کو بھلا چکے تھے۔ انبیاء اور رسل سے سب سے زیادہ قریب بنو اسرائیل تھے لیکن ان کی گمراہی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یہودیوں کی گمراہی، عناد، اللہ کے دین سے اعراض اور ان کی طرف سے اللہ کی کتابوں کو بدل دینے کا تذکرہ ہے۔

نصاریٰ بھی راستے سے بھٹکے تھے۔ کتاب اللہ تعالیٰ کی تحریف اور شریعت الٰہیہ کو بدل کر ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو چھوڑ کر شرک میں ملوث ہو چکے تھے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ [1]

”وہ کہتے تھے کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی اسی میں ہدایت ہے۔ (اے نبی) کہہ دیں، بلکہ ہدایت ملے گی تو ملت ابراہیم حنیف ہی میں۔ وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔“

اور پھر یہود و نصاریٰ آپس میں ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے سے دست و گریبان رہا کرتے:

[1] البقرہ: 135.

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○﴾ ①

''یہودی کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں، اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں حالانکہ یہ سب لوگ توریت اور انجیل پڑھتے تھے۔ اسی طرح ان ہی جیسی بات بے علم لوگوں نے کہی ہے۔ قیامت کے دن اللہ ان کے اختلافی امور کا فیصلہ کرے گا۔''

یہودی قوم پوری تاریخ میں مخلوقات الٰہی میں سب سے بڑھ کر مکار اور اعداء اللہ میں سے انبیاء کرام کے ساتھ ہٹ دھرمی کرنے میں سب سے بڑھ کر تھی۔ زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ برے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے نکل چکے تھے۔ اس کی پاداش میں اللہ رب العزت نے ان کے لیے پوری دنیا میں سرگرداں رہتے ہوئے زندگی گزارنا مقدر کر دیا۔ ان کی نہ کوئی حکومت تھی اور نہ ہی کسی ایک جگہ اکٹھے رہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ○﴾ ②

''ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا: کہ زمین کے کونے کونے میں متفرق ہو کر بسو، جب آخرت کا وعدہ قریب ہوگا تو ہم تمہیں اکٹھا کریں گے۔''

یہود و نصاریٰ میں جب دین کا کچھ شمہ باقی تھا تو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے

① البقرہ : 113 ۔ ② الاسراء : 104 ۔

اور ایک دوسرے سے مسلسل قتل و غارت گری کرتے رہے۔

جب دونوں قوموں نے اپنے محرف دین کا جوا کندھوں سے نکال پھینکا تو اس وقت سے دونوں نے سیاسی مصالح کی بنا پر ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہودیوں نے ہی اپنے مکر و فریب اور خبث سے اپنے خبیث افکار و اخلاق کو نصاریٰ پر تھوپ رکھا ہے۔ انہی کی تحریک سے نصاریٰ حرکت کرتے ہیں۔

یہودیوں نے اس وقت دنیاوی مصالح کی خاطر دین کے نام سے یہودیوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اسرائیل نام کی حکومت تمام دنیا کے اعداء اسلام کی مدد سے قائم کی ہے۔ ہزاروں صدیوں کے بعد ان کو یکجا ہونے کا موقع ملا ہے پھر بھی اکٹھا نہیں ہو پا رہے ہیں۔ یہ حالت تھی یہود و نصاریٰ کی۔

عرب و عجم کی حالت گمراہی کو اللہ رب العزت نے بیان کر کے پھر ہدایت کی نعمت کو اس طرح یاد دلایا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [1]

"بے شک مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اللہ رب العزت نے ایک مدت کے بعد جبکہ ہدایت کے راستے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ ادیان کی اصل صورت بدل گئی تھی۔ دنیا میں بت پرستی اور صلیب پرستی کا

[1] آل عمران : 164.

دور دورہ ہو گیا تھا، پوری دنیا میں فساد عام ہو چکا تھا، سرکشی اور جہالت کی حد نہ رہ گئی تھی۔ اس حالت میں نبوت کی ہدایت اور روشنی کی سخت ضرورت تھی ایسے میں اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر دنیا میں ہدایت کی نعمت سے لوگوں کو نوازا۔ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے سیرۃ النبی ﷺ میں اس حالت زار کا خاکہ پیش کیا ہے۔ بعثت کے وقت عالم کی حالت کے عنوان سے لکھتے ہیں:

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ عالم کے لیے مبعوث ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، تہذیب، اخلاق کے نام شاید کتابوں میں نظر آ سکتے تھے مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

الف:..... بنی اسرائیل تو مسیح سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے۔ اب مسیح کی لعنت سے ظاہری شکل وصورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

ب:..... یورپ میں جہالت ووحشت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان مین برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارتھمبر لینڈ، مڈلینڈ، کون ٹیز، نارفوک، سوفوک، ساسکیں (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی ہل ہے رک، نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا جبکہ پادریوں کے ایما سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے البّ پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی 782ء کے بعد تک جاری رہی جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر ورڈون میں ہلاک کیے گئے۔

ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ [1]

[1] سول اینڈ ملٹری گزٹ 12 / اکتوبر 1907ء ایڈیٹوریل نوٹ۔

ج:..... ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنہوں نے زن، زر، زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق و انسانی ترقیات کو ملیامیٹ کر دیا۔

د:..... ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[1] اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے۔

مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیے۔

ھ:..... چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بُت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا، اور ہر ایک بُت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔ کانفیوشش کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے لیکن اس وقت تک اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا

و:..... مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیّت کی تعریف و تحدید، توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا، اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

یہ مختصر حالت ان ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

ز:..... عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ یہ ایسا ملک تھا جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا، نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا۔ نہ کوئی

[1] اردو تہذیب قدیم ہندوستان۔ مسٹر آر۔ سی۔ دت، ص: 37.

ہادی اُن کی ہدایت کے لیے پہنچا تھا۔ اس حیوانی آزادی [1] پر بے علمی، جہالت اور اقوام متمد نہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔ اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ واجب الرحم ٹھہرایا اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔ [2]

یاد رہے کہ جس زمانے میں بعثت نبوی ہوئی اس زمانے میں پورے عرب پر جہالت کا اندھیرا چھا چکا تھا، وحشیت اور بربریت کا غلبہ تھا۔

جب اللہ مالک الملک نے پیارے نبی محمد ﷺ کو نبوت و رسالت سے نوازا۔ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴾ [3]

''اس رب کے نام سے پڑھو، جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو! اور تمہارا رب سب سے بڑھ کر رحم و کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔''

نیز یہ آیت بھی نازل ہوئی:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ﴾ [4]

---

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔

[2] رحمت للعالمین۔ ج ،اول ص:53-55.

[3] العلق.

[4] الشعراء : 214 .

''آپ اپنے قریبی خاندان کے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں۔''

اس وقت عرب کی سرزمین دین حق کی پیاسی تھی اور اس کے قبول کرنے کے لیے مکمل طور پر صلاحیت رکھتی تھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«إِنَّ اللَّهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى دِيْنِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ.»[1]

''اللہ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہتر محمد ﷺ کا دل تھا۔ اسے اپنے نفس کے لیے چن لیا۔ پھر عام لوگوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو صحابہ رسول ﷺ کے دلوں کو دوسرے بندوں کے دلوں سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی کے مددگاروں میں چن لیا، جو دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے تھے۔ تو جان لو! جو چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی سمجھیں وہی اچھی ہے۔ اور جسے بری سمجھیں وہی بری ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے بحکم ربی اپنے خاندان کو سب سے پہلے مخاطب فرمایا: صحیح بخاری میں ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کہ جب ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی آپ کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنے لگے! اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! اور قریش کے دوسرے خاندانوں کو بھی پکارا لوگ اکٹھے ہوئے یہاں تک کہ اگر کوئی نہ آسکا تو اپنی طرف سے کسی دوسرے کو بھیج دیا۔ ابولہب بھی آیا: آپ نے مخاطب کر کے کہا: کہ کیا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک فوج وادی میں ہے اور تمہارے اوپر حملہ کرنے ہی والی ہے۔ تو کیا تم میری

[1] مسند أحمد: 379/1، 3600.

تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا کہ ''ہاں'' آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہ سنا گیا۔

آپ نے فرمایا: کہ میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ سن کر ابولہب نے کہا: تم ہلاک ہو جاؤ، کیا اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟ اس پر سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ نازل ہوئی۔ ①

نیز صحیح بخاری میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی۔ تو آپ نے خطاب فرمایا: اے قریش کے لوگو، یا اس معنی کا کوئی دوسرا لفظ تھا، اپنے نفس کو خرید لو، اللہ سے بڑھ کر میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اے عبد مناف کی اولاد، اللہ کی مرضی کے خلاف میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اے چچا عباس، اللہ سے میں آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ، اللہ کے عذاب سے میں تمہیں نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ (لخت جگر محمد رسول اللہ) میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، اللہ کی مرضی کے خلاف میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے آپ کو دعوت دین کو علی الاعلان لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ ②

''جس چیز کا آپ کو حکم ہے اس کا عام اعلان کر دو! مشرکین کی پرواہ نہ کرو۔''

آپ کو یہ بھی حکم ہوا کہ کہہ دیجئے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ③

''اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اور اسی طرح دوسری آیات بھی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے کا ذکر ہے۔

---

① صحیح بخاری، رقم: 4770.

② الحجر: 94. ③ الاعراف: 158.

یہ چیز دین اسلام کی واضح تعلیمات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کسی خاص قوم کے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے رسول ہیں۔

نیز آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النّبیین بنا کر بھیجا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ ①

''محمد ﷺ تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

یہ آیت نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی نہیں تو پھر بدرجۂ اولیٰ کوئی رسول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رسالت کا مقام نبوت کے مقام سے اعلیٰ ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

آپ کے خاتم النّبیین ہونے سے متعلق بے شمار صحیح احادیث بھی آئی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص آپ کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دجال و کذاب ہے۔ اور ایسے کذابین مدعیان نبوت کے ہونے کی خبر نبی کریم ﷺ نے خود دی ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف حکمت اور خوش اسلوبی سے لوگوں کو دعوت دیتے رہے، رات دن چپکے سے اور پھر اعلان کرتے ہوئے اس میں لگے رہے، ہزار مشکلات سامنے آئیں لیکن آپ کو اپنے کام سے نہ روک سکیں۔

عام انبیاء و رسل کی طرح اللہ رب العزت کی سنت کے مطابق اکثر نے آپ ﷺ کی مخالفت کی، دعوت کو قبول نہ کیا۔ تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ دعوت کے پہنچانے میں آپ نے کوئی کمی نہ کی، مختلف قبائل کے پاس گئے۔ حج کے ایام میں لوگوں سے ملے، اللہ کا دین انہیں پہنچایا لیکن روز بروز لوگوں کی مخالفتیں بڑھتی گئیں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دلدوز

① الاحزاب : 40 .

اذیتیں پہنچائیں گئیں۔ یہاں تک کہ لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے۔

آپ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل ہے اس کے یہاں چلے جاؤ، جو لوگ جا سکے جنہیں راستہ ملا حبشہ کو ہجرت کر گئے۔

نبی اکرم ﷺ حج کے ایام میں منی وعرفات ومزدلفہ میں قبائل عرب کو دعوتیں دیتے رہے۔ منیٰ میں عقبہ کی جگہ مدینہ منورہ کے اُوس وخزرج کے کچھ لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ سے بیعت کی، کہ اگر آپ ہمارے یہاں آ جائیں تو ہم آپ کی مدد اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔

اس کے بعد کچھ مظلوم مسلمانوں کو آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ آہستہ آہستہ مسلمان کافی تعداد میں وہاں اکٹھے ہو گئے، پھر آپ ﷺ کو بھی اللہ نے مدینہ کو ہجرت کا حکم دیا آپ بھی ہجرت وطن پر مجبور ہو گئے۔

جس وطن میں انسان کی پیدائش و پرورش ہوئی ہو، بڑھا پلا ہو، اس کا چھوڑنا، بلکہ وہاں سے بدر کیا جانا بہت ہی شاق ہوتا ہے۔ درد وغم کی یہ تصویر نبی اکرم افضل الخلق ﷺ کی اس حدیث سے صاف نظر آتی ہے، اور تصور کیا جا سکتا ہے کہ افضل الخلق وافضل الرسل ﷺ کو اس حادثہ سے کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی۔

جناب عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ''حزورہ'' مقام پر کھڑے ہوئے یہ کہتے سنا ہے:

«وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّى أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ.»[1]

''کہ اللہ کی قسم! بے شک تو اللہ کی زمین کا سب بہتر حصہ ہے اور اللہ کے نزدیک زمین کا سب سے محبوب ٹکڑا ہے۔ اگر میں نکالا نہ گیا ہوتا تو تجھ سے باہر نہ جاتا۔''

[1] سنن ترمذی، حدیث رقم: 3925۔ مسند احمد، حدیث رقم: 18739.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے مکہ! تو سب سے اچھا اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب شہر ہے اگر تیری قوم نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کہیں اور سکونت نہ اختیار کرتا۔''[1]

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جو صحابہ ہجرت کر سکتے تھے مدینہ منورہ میں جا بسے لیکن کفر کو سکون نہ ملا۔ کفار نے دیکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ اور طاقت مل گئی تو خود ان کو اپنے اوپر خطرہ محسوس ہوا، اور پھر یہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ اسلام پھیلے۔ تو اسلام اور مسلمان کو جنگوں سے دوچار کر دیا، مسلمانوں کو ان سے کئی جنگیں لڑنی پڑیں۔

آخر اللہ رب العزت نے اپنی فوج اور حزب کو فتح اور تمام مخالفین کو شکست دی۔ اور وہ دن آیا کہ جس مکہ نے آپ کو باہر نکال دیا تھا وہ آپ کا استقبال کر رہا ہے آپ اس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، اور اللہ رب العزت کا وعدہ پورا ہوا:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾[2]

''جس رب کریم نے آپ کے اوپر قرآن نازل فرمایا: وہ آپ کو دوبارہ معاد یعنی مکہ واپس لائے گا۔''

اس کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جزیرہ عرب کے لوگ اہل مکہ کے اسلام لانے کا انتظار کر رہے تھے، اب اسلام میں داخل ہو گئے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾[3]

---

[1] سنن الترمذی: 723/5۔ موارد الظمآن، ص: 253.

[2] القصص: 85.

[3] النصر.

''اے اللہ کے رسول! جب اللہ کی نصرت اور فتح آ جائے اور لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہو جائیں تو آپ رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کریں! اور اس سے مغفرت طلب کریں، وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔''

اللہ رب العزت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کے اخلاص عمل کی بنا پر راضی بھی ہو گیا جبکہ پہلے سخت ناراض تھا۔

جناب عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی۔ عرب و عجم سے سوائے چند اہل کتاب کے سب سے ناراض ہوا۔ اور فرمایا:

«اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ.» [1]

''کہ میں نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس میں آپ کا امتحان اور آپ کے ذریعہ لوگوں کا امتحان ہے۔ آپ پر میں نے ایسی کتاب نازل کی ہے کہ پانی کے دھونے سے بھی وہ نہ مٹے گی۔ آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔''

اللہ رب العزت نے اصحاب رسول سے مکمل رضامندی کا اعلان فرما دیا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ﴾ [2]

---

[1] صحيح مسلم: 4/2197، رقم: 2865.

[2] التوبة: 100.

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں مہیا کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ ﴾[1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے آپ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے جان لیا تھا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح کے ثواب سے نوازا۔''

لوگوں کے دلوں سے بغض وحسد اور اختلاف زائل ہو گیا، سب ایک دل ہو گئے جب کہ پہلے ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار اور دست و گریبان رہا کرتے تھے ہدایت یاب ہو کر لوگوں کو ہدایت دینے لگے جبکہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ بھوکے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین کے خزانے کھول دئے یہ سب کچھ عقیدہ وعمل میں خالص دین پر تمسک کے نتیجے میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ اور تمام مسلمانوں کو اختلاف وتفرق سے ڈرایا تھا۔ وہ اختلاف سے بھی دور ہو گئے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ

[1] الفتح : 18 .

اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ①

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''

وحدت عقیدہ وعمل کی بنا پر تمام بلاد اسلام میں امن پھیل گیا۔ اور وہ زمانہ آیا جس کی خوشخبری نبی اکرم ﷺ نے دی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر تھا اس درمیان ایک آدمی نے آ کر فقر وفاقہ کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کہا: عدی تم نے حیرہ شہر دیکھا ہے؟ «قُلتُ لَمْ أَرَهَا وَقَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا» ''میں نے کہا دیکھا تو نہیں مگر اس کے بارے میں معلومات رکھتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتَّى تَطُوْفَ بِالكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ.»

اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی۔ تو تم دیکھ لو گے کہ عورت اکیلی حیرہ سے سوار ہو کر سفر کر کے کعبہ شریف پہنچ کر طواف کرے گی، اللہ کے علاوہ اسے کسی سے خوف نہ ہوگا۔''

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس وقت بنی طی کے بدقماش لوگ

① آل عمران : 103 .

جنہوں نے پورے ملک میں فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے، کہاں چلے جائیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو کسریٰ کے خزانے کو تم لوگ فتح کروگے۔ میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ۔ آپ نے فرمایا: کہ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو وہ زمانہ دیکھ لوگے کہ آدمی ہتھیلی بھر کر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اس مقصد سے کہ کوئی اسے قبول کر لے ،تو وہ کسی کو محتاج نہ پائے گا کہ وہ سونا یا چاندی اس سے لے لے اور جان لو! ہم میں سے ہر ایک اللہ سے ملاقات کرے گا۔ اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا۔ کیا میں نے تمہارے پاس رسول نہ بھیجا تھا جو میرے احکام کو پہنچائے؟ بندہ کہے گا بیشک بھیجا تھا۔ اللہ کہے گا کہ کیا ہم نے تمہیں مال نہیں دیا تھا؟ تمہارے اوپر اپنا فضل نہیں کیا تھا؟ بندہ کہے گا کیوں نہیں۔ بندہ اپنے دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے جہنم ہی نظر آئے گی۔ عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیارے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

«اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ شِقَّ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.»

''کہ جہنم سے بچنے کے اسباب پر عمل کرو۔ کچھ نہ ہو تو آدھی کھجور ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرکے جو آدھی کھجور بھی نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر ہی جہنم سے بچنے کی کوشش کرے۔''

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتَّى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَاتَخَافُ إِلَّا اللَّهَ.»

''کہ وہ زمانہ میں نے دیکھا کہ اکیلی سوار عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کررہی تھی اللہ کے علاوہ کسی سے کوئی خوف نہ رکھتی۔''

اور میں کسریٰ کے خزانے کو فتح کرنے والوں میں سے تھا۔ اگر تم لوگوں کی عمر لمبی ہوئی تو پیارے رسول ﷺ کی یہ بات بھی دیکھ لوگے کہ آدمی سونا چاندی لے کر نکلے گا لیکن کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ [1]

---

① صحيح بخاری ، حديث رقم: 3595 .

فصل ⑦

صحابہ کرام نے کس طرح نبی کریم ﷺ سے دین سیکھا؟

یہ بات واضح ہے کہ لوگ عقیدہ صحیحہ اور اللہ کی عبادت سے بھٹکے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو جو ایمان لائے ان کے دل ایمان کی چاشنی سے پر تھے۔ نبی کریم ﷺ سے بلا واسطہ دین سیکھتے۔ آپ ﷺ انہیں اللہ کی کتاب قرآن اور اپنی سنت سکھاتے۔ اور صحابہ تھے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ کی تقریرات کی پوری طرح اتباع کرتے۔ انہیں اللہ کے اس قول پر مکمل ایمان تھا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ ①

''کسی مومن مرد یا مومن عورت کو حق ہی نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر اس میں ان کو کسی قسم کا اختیار ہو۔''

انہیں اس پر ایمان کامل تھا کہ اللہ نے مسلمانوں کو نبی کریم سے صادر ہر اس قول و فعل کے لینے کا حکم دیا ہے جس پر خصوصیت رسول کی کوئی دلیل نہ ہو:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝﴾ ②

''مومنو! تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کی ذات میں اتباع کی اچھی مثال ہے ہر

① الاحزاب: 36. ② الاحزاب: 21.

اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے، قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔''

انہیں اس پر ایمان تھا کہ نبی کریم ﷺ ان پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم والے ہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ.»[1]

''میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں تمہیں سکھا رہا ہوں جب کوئی پیشاب پاخانہ کو جائے تو قبلہ کو آگے یا پیچھے نہ کرے اور نہ ہی داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔''

صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے انحراف جائز نہ سمجھتے۔ حتیٰ کہ ایک بار صلاۃ کے درمیان ہی آپ ﷺ نے جوتا مبارک اتارا تو دیکھ کر سب نے اپنے جوتے صلاۃ کی حالت میں ہی اتار دیئے۔

سیّدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جوتے پہن کر لوگوں کو صلاۃ پڑھا رہے تھے اسی درمیان آپ ﷺ نے نعلین مبارکین کو اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ دیا۔ صحابہ کرام نے دیکھا تو انہوں نے بھی فوراً اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب آپ ﷺ صلاۃ پڑھا چکے تو آپ نے سوال کیا: «مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ.» ''کہ آپ لوگوں نے کیوں اپنے جوتے نکالے؟ انہوں نے جواب دیا:

«رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا.»

''کہ آپ کو دیکھ کر ہم نے بھی اپنے جوتے نکال دیئے۔''

آپ نے فرمایا: کہ جبریل علیہ السلام نے آ کر مجھے بتایا کہ آپ کے جوتوں میں گندگی لگی ہوئی

[1] مسند احمد: 250/2- سنن ابوداؤد، حدیث رقم: 8.

ہے۔تو جب کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں پر نظر ڈال لے اگر ان میں گندگی یا نجاست لگی ہے تو اسے پونچھ کر صاف کر لے اور اس میں صلاۃ پڑھ لے۔ ①

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا:

«صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ.» ②

''کہ جس طرح مجھے صلاۃ پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح پڑھو۔''

چنانچہ وہ اسی طرح پڑھتے تھے۔صحیح بخاری میں ہے مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ ہم کچھ ہم سن نوجوان نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کی جناب میں بیس دن اور رات رہے،آپ ﷺ نہایت رحمت وشفقت برتنے والے تھے۔

جب آپ نے محسوس فرمایا: کہ ہم اپنے اہل وعیال کو جانا چاہتے ہیں تو ہم سے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے پیچھے کس کو چھوڑا ہے؟ ہم نے بتایا۔تو آپ نے فرمایا:

«اِرْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ.»

''کہ اپنے گھر واپس جاؤ،وہیں رہو،انہیں دین سکھاؤ،اور حکم دو۔''

راوی کہتے ہیں: کئی چیزوں کا ذکر کیا،کچھ یاد رہیں،کچھ بھول گیا۔اور آپ نے فرمایا: کہ جس طرح تم نے مجھے صلاۃ پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح صلاۃ پڑھا کرو۔

«فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.» ③

''صلاۃ کا وقت ہو تو کوئی ایک اذان کہے،تم میں سے عمر کا بڑا تمہاری امامت کرے۔''

آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی طرح حج کرنے کو کہا: جس طرح آپ ﷺ نے حج کیا۔جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو دیکھا کہ آپ سواری پر سے جمرات کو کنکریاں مار رہے تھے اور فرما رہے تھے:

① سنن ابوداؤد :650 . ② صحیح بخاری، حدیث رقم :631 .

③ صحیح بخاری، رقم :628 .

«لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هَذِهِ.»①

''تم لوگ مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو، مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ اس حج کے بعد حج کرسکوں گا یا نہیں۔''

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کہ علم دو طریقوں سے سیکھا جاتا ہے۔ بالواسطہ اور بلا واسطہ۔ چنانچہ بلا واسطہ علم لینے کی سعادت صحابہ کرام کو نصیب ہوئی۔ جنہوں نے اس راستے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر علم حاصل کیا۔ اب کوئی شخص ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اب وہی شخص سب سے آگے ہوگا جو صراط مستقیم کی اتباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بہتر طریقے پر رہ کر کرے گا۔ پیچھے رہنے والا وہ ہوگا جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر دائیں بائیں جائے گا۔ اسے راستہ ہرگز نہ ملے گا۔ اور ہلاکت کے صحرا میں بھٹکتا رہے گا۔''②

① صحیح مسلم، رقم: 3197.

② اعلام الموقعین: 6/1.

فصل 8

اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے اتباع کا حکم

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نبی کریم ﷺ کی مکمل طور پر اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہر اس چیز میں جو آپ اللہ کی طرف سے قرآن اور سنت کی شکل میں لے کر آئے۔

اس لیے ضروری ہوا کہ درمیان میں کسی اور کو متبع کامل نہ بنایا جائے اور اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ مکمل خیر خواہی کی جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○﴾ ①

''اے نبی! لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

یہ آیت اس چیز کا فیصلہ دیتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ طریقۂ رسول ﷺ پر نہیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اللہ سے محبت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب آدمی تمام اقوال وافعال واحوال میں شرع محمدی و دین نبوی کی اتباع کرے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.» ②

''جس کسی نے کوئی بھی عمل ہمارے طریقے کے مطابق نہ کیا تو وہ مردود و غیر

① آل عمران: 31.
② صحیح بخاری، 60، کتاب البیوع.

مقبول ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ ①

"(اے پیارے رسول) لوگوں سے کہہ دیجئے، کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر لوگ منہ پھیریں تو بیشک اللہ تعالیٰ کفار کو پسند نہیں کرتا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اس اطاعت سے اجتماعاً یا انفراداً اگر کوئی منہ پھیرتا ہے تو وہ کفر کر رہا ہے۔ اللہ کے رسول کی اطاعت بھی اللہ کی اطاعت کے ساتھ فرض ہے۔ نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ ②

"اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے انسان کو اللہ کی رحمت ملے گی ورنہ رحمت سے دوری ہوگی۔ نیز فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ ③

"اے مومنو! اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور علماء و حکام کی

① آل عمران : 32 . ② آل عمران : 132 . ③ النساء : 59 .

اطاعت کرو۔ اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ ورسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں تمہاری خیر ہے اور عاقبت کے لیے یہی اچھا ہے۔''

اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ علماء اور حکام کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ لیکن اللہ کی اطاعت مستقل ہے۔ اسی طرح قرآن کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی اطاعت بھی مستقل ہے۔ اُمراء وعلماء کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے۔ اگر وہ گناہ کا حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت جائز نہیں۔

پھر اختلاف کے وقت اللہ و رسول کی طرف لوٹانے کی تفسیر سلف نے اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹانا کی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عقیدہ کا مسئلہ ہو یا فروعی مسائل ہوں۔ اختلاف کے وقت ہر ایک کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے حل کیا جائے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ﴾ [1]

''کسی بھی چیز میں آپس میں اختلاف کرو۔ تو اس کا فیصلہ اللہ ہی سے لو۔''

تو جس چیز کی صحت پر کتاب وسنت کی شہادت ہو وہی حق ہے۔ اور حق کے علاوہ گمراہی ہی ہے۔ اس لیے تمام اختلافات اور لاعلمیوں کو کتاب وسنت کی طرف لوٹادو۔ پھر فرمایا: اگر تمہارا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نزاع کے وقت جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے فیصلہ نہ لے وہ درحقیقت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ نیز فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا

[1] الشوری: 10.

اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ①

''یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سوتم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ جو شخص اطاعت نہیں کرتا وہ مومن ہی نہیں۔ نیز فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝﴾ ②

''اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور سنتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔''

مزید فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ ③

''اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت باعث اتحاد و محبت ہے اور وہ

① الانفال: 1. ② الانفال: 20. ③ الانفال: 46.

دونوں قوت اور طاقت کے اسباب ہیں۔ اور ترک اطاعت اور اختلاف و نزاع ناکامی اور کمزوری کے اسباب ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بہت اچھا لکھا ہے: ''کہ صحابہ کرام کو شجاعت و اطاعت کا وہ حصہ ملا تھا کہ ان سے پہلے کسی امت کو نصیب نہ ہوا۔ اور بعد میں بھی کسی کو نہیں مل سکتا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی برکت سے جب آپ حیات تھے اور آپ کی اطاعت کی برکت سے دلوں کو اور شرق و غرب کے ملکوں کو دشمن کے مقابلے میں تھوڑی تعداد اور اسلحہ کی کمی کے باوجود روم و فارس، ترک صقالبہ، بربر، حبش، سودان، قبط اور دوسرے لوگوں کو فتح کیا اور سب پر غالب ہوئے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلمہ بلند ہوا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہوا اور تیس سال کی مدت میں اسلامی حکومت شرق و غرب میں پھیل گئی۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اللہ ہمیں بھی ان کے ساتھ اٹھائے۔ وہ بڑا کریم اور دینے والا ہے۔''[1]

بے شک اللہ کا وعدہ پہلے مسلمانوں پر سچ ثابت ہوا۔ اللہ کی اور رسول کی اطاعت کی بنا پر ان کی مدد ہوئی۔ اسی طرح آخر کے لوگوں پر بھی اللہ کا وعدہ سچ ثابت ہوا کہ اب جبکہ وہ فرقوں میں بٹ گئے تو دنیا بھر میں تعداد میں کثرت اموال کی کثرت کے باوجود سب سے ذلیل قوم بنے ہوئے ہیں۔

کیونکہ جس قوم پر اللہ نے ہمیشہ کے لیے ذلت کی مہر لگادی ہے وہ قوم ان پر غالب ہوکر ان کے خون کی ہولی کھیل رہی ہے۔ ﴿وَلَا تَنَازَعُوا﴾ نزاع نہ کرو۔ ورنہ ناکام ہوجاؤ گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔ کا منظر سامنے ہے۔ طاقت اور ہیبت رخصت ہوئی، دنیا بھر کی قومیں ان کے خلاف ایک رائے ہوکر انہیں ذلت کا عذاب چکھا رہی ہیں اس کی شکایت اللہ ہی کے جناب میں ہے۔

نیز فرمایا:

[1] تفسیر ابن کثیر: 433/2 .

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○﴾ ①

''کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو ان پر لازم کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس کی جوابدہی ہے جس کا مکلف تمہیں بنایا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اس وقت ملے گی جب رسول کی اطاعت کرو گے، رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔''

یہ نص صریح ہے کہ اللہ اور رسول ہی کی اطاعت میں ہدایت اور عدم اطاعت میں سراسر گمراہی ہے۔ نیز فرمایا:

﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○﴾ ②

''صلاۃ کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرماں برداری میں لگے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○﴾ ③

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال

① النور : 54 . ② النور : 56 . ③ محمد : 33 .

کو ضائع نہ کرو۔''

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ جو عمل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی روشنی میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ①

''کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ تو جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا تو اب (بخوبی) صلاۃ کو قائم رکھو، زکوۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو ان سب سے اللہ خوب خبردار ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝﴾ ②

''(لوگو) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو، پس اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمے صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

امام زہری فرماتے ہیں: ''اللہ کا کام رسول بھیجنا ہے، رسول کا کام تبلیغ اور لوگوں کا کام تسلیم کرنا ہے۔'' (فتح القدیر)

اللہ اور پیارے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل ہی میں زندگی ہے اور مخالفت میں ہلاکت

① المجادله : 13 . ② التغابن : 12 .

اور موت ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾ ①

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے احکام کو بجا لاؤ جب رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور بلا شبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔''

اللہ رب العزت نے اپنی اور رسول ﷺ کی اطاعت کے اجر میں جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ایسی نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے جس کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکے اور اس کے برعکس اللہ اور رسول کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ کہ وہ عذاب الیم کا سبب بنے گا۔ اللہ اور رسول کی اطاعت اللہ کی رحمت لائے گی۔ وہی کامیابی کا راز ہے۔ قبولیت اعمال کا سبب ہے، پھر اختلاف اور مخالفت عذاب الیم اور فتنے کا سبب ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ ②

''یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

① الانفال : 24 . ② النساء : 13 .

ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ ①

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ یہ بہترین رفیق ہیں۔''

ارشاد فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ ②

''مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و معاون اور دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، صلاۃ پابندی سے بجالاتے ہیں، زکاۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔''

① النساء: 69.

② التوبة: 71.

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ﴾ ①

''جو بھی اللہ تعالیٰ کی ، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور تقویٰ اختیار کریں، وہی نجات پانے والے ہیں۔''

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ ②

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔''

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾ ③

''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے تلے نہریں جاری ہیں۔ اور جو منہ پھیر لے اسے درد ناک عذاب دے گا۔''

﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ④

''تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے لگو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ

① النور : 52 . ② الاحزاب : 71 .
③ الفتح : 17 . ④ الحجرات : 14 .

يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ ①

''جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ زبر دست فتنے میں نہ مبتلا کر دیے جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ آ پہنچے۔''

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: «عَنْ أَمْرِهِ» یعنی جو لوگ اللہ کے رسول کے طریقے، نہج اور شریعت کی مخالفت کرتے ہیں انہیں فتنہ اور سخت عذاب ملے گا۔ اس لیے تمام اقوال و اعمال کا آپ ہی کے اقوال و اعمال سے موازنہ کیا جائے گا۔ جو قول و عمل موافق ہوگا وہ مقبول ہوگا۔ اور جو مخالف ہوگا وہ مردود ہوگا۔ کہنے اور کرنے والا کوئی بھی ہو۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَن عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.» ②

''جس کسی نے کوئی کام ہمارے طریقے کے خلاف کیا تو وہ غیر مقبول ہے۔''

تو جو لوگ رسول ﷺ کی شریعت کی ظاہری یا باطنی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈر جانا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے دلوں میں کفر، نفاق اور بدعت کا فتنہ آ جائے یا دنیا ہی میں سخت عذاب قتل اور سزا وغیرہ میں مبتلا کر دیے جائیں۔'' ③

اللہ اور رسول کے فیصلہ کو لینے یا چھوڑنے کا اختیار کسی بھی مومن مرد اور عورت کو نہیں۔ اسے بہر حال قبول ہی کرنا ہے۔

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَ رَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللهَ وَ رَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ ④

① النور : 63۔ ② صحیح بخاری :60، کتاب البیوع۔
③ تفسیر ابن کثیر: 122/3۔ ④ الاحزاب : 36۔

''اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد ان کے کسی معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

اس معنی کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کی طاعت مطلقہ کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح سے نبی کریم ﷺ نے بہت سی احادیث میں صحابہ کرام اور عام امت کو اپنی مطلق اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الجَنَّةَ اِلَّا مَنْ أَبىٰ» قِيْلَ مَنْ يَأبىٰ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبىٰ.»①

''میری ساری امت جنت میں جائے گی، مگر جس نے انکار کیا! پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول، انکار کرنے والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری اطاعت نہ کی اس نے انکار کیا۔''

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَالْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلىَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّالْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلىَ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِن نَّفْسِه.»②

''کہ سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طور وطریقہ محمد ﷺ کا ہے اور سب سے برے کام بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: کہ میں ہر مومن کے جان کا خود اس سے زیادہ حقدار ہوں۔''

---

① صحیح بخاری، رقم: 7280۔ الجامع الصغیر، رقم: 4513۔

② صحیح مسلم، رقم: 2042، کتاب الجمعة، باب: 13۔

نبی ﷺ کی صحیح حدیث اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ ہر مسلمان پر اس کی اتباع فرض ہے۔ بعینہ اسی طرح جس طرح قرآن کریم کی اتباع فرض ہے۔ مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا فَمَا وَجَدتُّمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدتُّمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الحِمَارِ الأَهْلِي وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَن يَسْتَغْنِي عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَن نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَن يَقْرُوهُ فَإِن لَّمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَن يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.» [1]

''جان لو مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثیل بھی دی گئی ہے۔ جان لو، قریب ہے کہ آسودہ آدمی اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے کہ اس قرآن کو لو۔ اس میں جو حلال ہے اسے حلال جانو اور جو حرام ہے اس کو حرام سمجھو۔ جان لو کہ پالتو گدھا کھانا حلال نہیں۔ اور نہ ہی درندہ جانور۔ اور نہ کسی عہد و ذمہ والے کا گمشدہ مال حلال ہے ہاں وہ اسے نہ چاہے تو لے سکتے ہیں۔ اور جو شخص کسی قوم میں مہمان اترا تو ان پر ان کی مہمانی واجب ہے۔ اگر مہمانی نہیں کی تو وہ شخص ان کے ساتھ کی ہوئی اپنی مہمانی کو واپس مانگ سکتا ہے۔''

اس لیے امت کا فرض ہے کہ وہ اس عقیدہ پر متحد ہو جائے کہ جس چیز میں نبی کریم ﷺ کا کوئی فیصلہ یا حکم ہو اس میں رائے اور قیاس یا حیلہ بہانہ کر کے اس کو بے عمل نہ کرے، بلکہ سب اسے قبول کر لیں۔ لیکن فی الواقع امت کی ابتلاء و آزمائش کے لیے اللہ نے مقدر کر دیا کہ جیسے پہلی امتوں میں اختلاف ہوا امت محمد ﷺ میں بھی اسی طرح اختلاف ہو۔

[1] سنن ابوداؤد ، رقم : 4604 .

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ،حَتَّى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ.» قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَليَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ «فَمَنْ ؟»①

''تم لوگ اپنے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی بالشت در بالشت اور بازو در بازو ضرور پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہو گے۔ہم نے کہا: اللہ کے رسول! وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اور کون ہیں؟ لیکن نبی کریم ﷺ نے امت کو اختلاف سے ڈرایا اور اختلاف اور تفرق سے بچ نکلنے کا راستہ بھی بتا دیا۔''

عبد الرحمٰن بن عمرو السلمی اور حجر بن حجر کہتے ہیں کہ ہم عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝﴾② نازل ہوئی تھی۔

ان سے سلام کیا اور کہا کہ ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت اور علم حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہیں، انہوں نے فرمایا: کہ پیارے رسول ﷺ نے ایک دن صلاۃ پڑھائی۔ اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر ہمیں بڑی مؤثر نصیحت کی کہ ہم رونے لگے اور ہمارے دل کانپ اٹھے۔ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! لگتا ہے کہ یہ رخصت کرکے جانے والے کی نصیحت ہے۔ «فماذا تعهد إلينا» تو ہمیں آپ کیا وصیت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَن

---

① صحیح بخاری، رقم: 3456- صحیح مسلم ، رقم: 6952، کتاب العلم، باب 3.

② التوبه: 92.

يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا.»

''میں تمہیں اللہ سے تقویٰ اور امیر کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، خواہ تمہارا امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔''

«فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ.»[1]

''تو ایسے موقع پر تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو سختی سے پکڑ رکھو اور دین میں نئی چیزیں داخل کرنے سے بچو۔ کیونکہ دین میں نئی ایجادات بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے امت میں شدید اختلافات پیدا ہونے کی خبر دی ہے۔ یہ آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔ نیز اختلافات کی صورت میں اپنی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر شدید تمسک کا حکم بھی دیا ہے۔ قیامت تک ہونے والی بدعات سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی۔ کیونکہ جو چیز عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین میں دین کی نہ تھی وہ کبھی بھی دین کی چیز نہیں ہوسکتی۔

ہمیں یاد رکھنا ہے کہ ہمارے دین اسلام کا خلاصہ وہ تین سوالات کے عملی جوابات ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے بعد آنے والے ہر مومن و کافر سے اس کی قبر میں پوچھے جائیں گے۔

① «من ربك؟» تمہارا رب کون ہے؟

② «ما دينك؟» تمہارا دین کیا ہے؟

③ «من نبيك ؟» تمہارا نبی کون ہے؟

انسان پر فرض ہے کہ صرف اپنے رب کی عبادت کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[1] سنن ترمذی ، رقم: 2676- سنن ابوداؤد، رقم: 4607 .

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ ①

''صرف اپنی عبادت ہی کے لیے میں نے جن وانس کو پیدا کیا ہے۔''

اس لیے صرف رب کی عبادت جائز بلکہ فرض ہوئی ،اور کسی اور کی عبادت کفر وشرک ہے اور اس عبادت کو دین اسلام کے ذریعے لینا ہے جسے ہمارے نبی خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ②

''مقبول دین اللہ کے نزدیک صرف دین اسلام ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○﴾ ③

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

اور جیسے کہ اللہ نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے بعینہ اسی طرح تمام انسانوں اور جنوں کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ہی کی اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم سے نکل جائے یا سرمو انحراف کرے یا یہ عقیدہ رکھے کہ ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے کہ وہ تکالیف شرعیہ سے بے نیاز ہو جائے۔

اس کا بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔ کہ دین اسلام نبی کریم ﷺ کے زمانہ ہی میں مکمل ہو چکا ہے۔ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں خوشخبری کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

① الذاریات : 56 . ② آل عمران : 19 . ③ آل عمران : 85 .

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ①

''آج ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تمام کر دی اور دین اسلام ہی کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔''

اس وجہ سے کسی کے لیے جائز ہی نہیں کہ بغیر شرعی دلیل کے دین کے نام سے کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ②

''اپنی زبانوں سے جھوٹ بول کر کسی چیز کو حلال و حرام نہ کہو، یہ اللہ پر افترا ہوگا۔ جو اللہ پر افترا باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔''

کسی کو اللہ اور رسول کی طرف سے آئے ہوئے برہان کے بغیر کسی چیز کو مشروع کرنے کا حق نہیں۔ مزید فرمایا:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ ③

''کیا ان لوگوں کے لیے اللہ کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسی چیزوں کو مشروع کر رکھا ہے۔ جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ اگر مقرر کردہ فیصلہ کی بات نہ ہوتی تو ابھی سب کا فیصلہ ہو جاتا اور ظالموں کے لیے دردناک

① المائدہ : 3 . ② النحل : 116 . ③ الشوریٰ : 21 .

عذاب ہے۔“

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شریعتوں اور احکام دین کے جاننے کا واحد طریقہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے قرآن و حدیث کی خبر ہے۔ البتہ دنیاوی مصالح تجربہ، صحیح سوچ وفکر سے جانے جا سکتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کی حدیثوں کو جاننے کا واحد طریقہ صرف روایات کو ملی سندوں یا عن فلاں عن فلاں کے ذریعہ حاصل کرنا ہے۔“[1]

اور جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ»[2]

”جس کسی نے ہمارے دین میں نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہے۔“

اس لیے مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ دین میں کوئی رخنہ پڑے تو دین کو اس سے پاک کریں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾[3]

”جان لو! اللہ ہی کے لیے خالص دین ہے جو لوگ اللہ کے علاوہ لوگوں کو اپنا مالک بنائے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے۔ اللہ ان کے اختلافات میں فیصلہ کرے گا بیشک اللہ جھوٹے اور کفر کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔“

---

① حجة الله البالغه: 132/1 .　② سنن ابن ماجه : 14 .

③ الزمر : 3 .

نیز فرمایا:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ ①

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں تمام باطل ادیان سے دور ہو جائیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔''

دین خالص وہی ہے جو عہد نبوی میں مکمل ہوا۔ عقیدہ و احکام کے اعتبار سے کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو، نہ ہی دین کو کسی اور کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ صرف اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول ہی کی طرف اس کی نسبت ہو۔ کیونکہ فرض واجب، حلال وحرام صرف اللہ ورسول ہی کی طرف سے ہے کسی کو ان کی تشریع کا حق نہیں۔ یہ اصول قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہیں۔ اسی نہج پر افضل الرسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے صحابہ نے تربیت لی اور جیسا کہ اللہ نے انہیں ادب دیا ہے:

﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ②

''کہ اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو۔''

اسی ادب سے باادب ہو کر اللہ اور رسول کے احکام سے انحراف وتجاوز نہ کرتے۔ یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ کوئی سوال فرماتے تو صحابہ کرام جانتے ہوئے بھی «اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ» جواب دیتے۔

ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس ذی الحجہ کو نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا تو پوچھا: «أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟» کہ ''جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟'' ہم نے جواب دیا: «اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ» کہ

① البينه : 5 . ② الحجرات :1 .

''اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔'' ہم چپ رہے ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ فرمایا: کیا یہ دس ذی الحجہ کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کہ اس شہر کا کیا نام ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور رسول زیادہ جاننے والے ہیں ہم چپ رہے ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ اس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هَذَا،فِيْ شَهْرِكُمْ هَذَا،فِيْ بَلَدِكُمْ هَذَا.»[1]

''کہ تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے کے اوپر اس دن اور اس مہینہ اور اس شہر کی طرح حرام ہیں۔''

اگر صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو فوری طور پر آپ سے رجوع کرتے۔ اگر آپ کے قریب ہوتے تو آپ ان کو تسلی بخش جواب دیتے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے لیے استدلال کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ جواب بھی اپنی طرف سے نہ دیتے بلکہ وحی کے ذریعہ ہی دیتے:

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾[2]

''نبی کریم ﷺ ''خواہش نفس سے نہیں بولتے ہیں، صرف وحی الٰہی کے ذریعہ کچھ کہتے ہیں۔''

یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے ایک شخص آیا اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ اس پر زعفران یا پیلے رنگ کا اثر تھا۔ اس نے سوال کیا کہ آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا: جب آپ پر وحی نازل

---

[1] صحیح بخاری، رقم: 1741-732/3، باب: 132. [2] النجم: 3-4.

ہوئی تو آپ نے کپڑے سے اپنے کو ڈھانپ لیا۔

یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو نزول وحی کے وقت دیکھوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم وحی کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ''ہاں'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کا کونہ اٹھایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سے اونٹ کی آواز کی طرح آواز آرہی تھی۔ جب آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ سے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے اس سے کہا: جبہ اتار دو، زعفران اور پیلا رنگ اپنے جسم سے صاف کرلو، اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں کرو۔''

اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے پاس نہ ہوتے تو اجتہاد کرکے بروقت مسئلہ کا حل نکالتے پھر بھی اپنے اجتہادات کو آخری حکم نہ سمجھتے۔ بلکہ اس کی صحت وشرعیت یا عدم صحت وشرعیت کو نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے تک معلق رکھتے۔ اور اگر ان کے اجتہاد میں اختلاف بھی ہوتا تو کسی دوسرے کو غلط نہ سمجھتے اور نہ ہی اپنی رائے پر دوسرے کو مجبور کرتے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمی سفر میں تھے، صلاۃ کا وقت ہوا۔ «وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا» ''ان کے ساتھ پانی نہ تھا تو تیمّم کرکے انہوں نے صلاۃ پڑھ لی۔'' پھر انہیں صلاۃ کے وقت ہی میں پانی مل گیا۔ تو ان میں سے ایک نے وضو کرکے دوبارہ صلاۃ پڑھی، دوسرے نے صلاۃ دوبارہ نہ پڑھی۔ جب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے ماجرا بیان کیا تو جس نے صلاۃ نہیں لوٹائی تھی اس سے کہا: «أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ.»

''کہ تم نے سنت کے طریقہ پر عمل کیا تمہاری صلاۃ کافی ہے۔''

اور جس نے دوبارہ صلاۃ پڑھی تھی، اس سے کہا: «لَكَ الأَجْرُ مَرَّتَيْنِ.» (1)

(1) سنن ابو داؤد، رقم: 338.

''کہ تمہیں دو اجر ملے گا۔''

عبدالرحمن بن ابزی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: «إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبْ الْمَاءَ.» ''کہ میں جنبی ہوگیا ہوں غسل کا پانی نہیں ملا کیا کروں؟''

سن کر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو یاد ہے ہم دونوں سفر میں تھے:

«أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ.»

''آپ نے صلاۃ نہ پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ کر صلاۃ پڑھ لی۔''

جب میں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کر لینا کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو زمین میں مارا، اور دونوں میں پھونکا اس کے بعد چہرہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ نبی کریم ﷺ کا جو بھی عمل دیکھتے یا کچھ کرنے کا حکم پاتے تو اس پر بعینہٖ عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ سوائے ان اعمال کے جو آپ کے ساتھ خاص تھے۔ وہ لوگ کسی چیز میں رکن، واجب، فرض اور سنت کا نام دیکر تفریق نہ کرتے تھے۔ نہ نبی کریم ﷺ نے صراحتاً ان اصطلاحات کی خبر دی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جان لو! کہ فقہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مدون نہ تھی۔ اور نہ ہی اس زمانے میں بعد کے فقہاء کی طرح بحث کرتے تھے، کہ ہر طرح سے کوشش کر کے ارکان و شروط کی تمیز کریں اور نہ ہی مسائل کا تصور اور اس کی شکلیں نکالتے اور نہ اسی طرح ہر ایک کی تعریف کرتے۔ نبی کریم ﷺ جس طرح وضو فرماتے تو وہی وضو

[1] صحیح بخاری، رقم: 338.

صحابہ کرام کرتے۔ آپ نے خود وضو کے ارکان و شروط و آداب میں تفریق نہ کی اور نہ صحابہ ہی کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کی صلاۃ کی طرح صلاۃ پڑھتے۔ آپ نے حج کیا، وہی حج کا طریقہ سیکھ کر اسی طرح کرتے۔ عام طور پر یہی حالت نبی کریم ﷺ کی تھی، آپ نے وضو کے چھ یا چار فرض بیان نہ کئے اور نہ آپ نے یہ بتایا کہ اگر کوئی بغیر موالاۃ کے وضو کر لے تو کیا حکم ہے۔ ''الا ماشاء اللہ'' صحابہ بھی اکثر ان امور کے متعلق سوال نہ کرتے۔''①

حافظ ابن قیم کہتے ہیں:

''کہ جب علم کی تحصیل کے دو طریقے ہوئے ① بالواسطہ ② بلا واسطہ۔''

تو بلا واسطہ حصول علم کی سعادت صحابہ رسول کو ملی جو عمل میں آگے بڑھ گئے بعد کے کسی شخص کو یہ سعادت حاصل کرنے کا کوئی موقع ہی نہ رہا۔ لیکن اب وہی شخص آگے ہوگا جو ان کے سیدھے راستے کی اتباع اور ان کے صحیح طریقہ عمل پر عمل کرے۔ پیچھے رہ جانے والا وہ ہوگا جو ان کے طریقہ اور طریقہ عمل سے دائیں بائیں ہٹے۔ وہی ہلاکت کے صحراء میں بھٹکنے والا ہے۔

ان کے علم کی سند کس قدر صحیح اور عالی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اور آپ نے جبریل علیہ السلام سے اور جبریل علیہ السلام نے رب العالمین سے لیا اور بعد کے لوگوں کو پہنچا کر انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ہمارے نبی کی وصیت ہے۔ ہم نے اب اس کو تم تک پہنچا دیا۔ اور یہی وصیت اور فریضہ اللہ کی طرف سے ہم پر ہے اور یہی تمہارے اوپر بھی ہے۔''②

① حجة الله: 141:14/1.
② اعلام الموقعين: 6/1.

فصل ⑨

اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ جب ان میں عقیدہ و عمل کے کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا تو فوراً اللہ اور رسول کا فیصلہ ڈھونڈتے کیونکہ اللہ نے عام مسلمانوں کو یہی حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ ①

''تم جس کسی مسئلے میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے جناب سے ہے۔''

اسی طرح سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ ②

''کسی چیز میں تمہارا آپس کا نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر قرآن کریم میں اختلاف کی مذمت فرما کر اس سے روکا ہے۔

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ ③

① الشوری : 10 . ② النساء : 59 . ③ آل عمران : 103 .

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، فرقہ بندی نہ کرو، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرتے رہو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور اسی کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہوگئے، اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے تمہیں اللہ نے اس سے بچالیا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ ①

''اللہ کی طرف سے واضح نشانیاں آجانے کے بعد جنہیں کتاب دی گئی ظلم کر کے اس میں اختلاف کرنے لگے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝ ﴾ ②

''جنہوں نے اللہ کی کتاب میں اختلاف کیا وہ بہت بڑے اختلاف میں ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ ③

''ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے نشانیاں آجانے کے بعد فرقہ بندی اور اختلاف کیا ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

① البقرہ : 213 . ② البقرہ : 176 . ③ آل عمران : 105 .

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ①

''اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، آپس میں تنازع نہ کرو، ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔ صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ نے اپنے نبی کو تفرق، تفریق اور اختلاف فی الدین سے بری کر رکھا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ﴾ ②

''بے شک جنہوں نے دین کو بانٹ رکھا ہے۔ اور خود مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ﴾ ③

''تمہارے لیے اللہ نے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس چیز کی وحی آپ کی طرف اور جس کا حکم ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف کر کے ٹولیوں میں نہ بٹو۔''

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ﴾ ④

یعنی تمام انبیاء کو اتحاد و اتفاق اور ایک جماعت بن کر رہنے کا حکم دیا ہے اور افتراق و

---

① الانفال: 46۔ ② الانعام: 159۔
③ الشوریٰ: 13۔ ④ الشوریٰ: 13۔

اختلاف سے منع کیا ہے۔ یعنی دین کے اصول و فروع میں اتفاق سے عمل کرو اور اس کی دعوت دو۔ آپس میں تعاون کر کے تقویٰ وطہارت کو پھیلاؤ، اور گناہوں سے روکو۔ جب اصل دین پر متفق ہو تو پھر مختلف ٹولیوں اور جماعتوں میں بٹنے کا معنی کیا ہے۔

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا، اس لیے دین کے واضح مسائل جن میں قرآن و حدیث کے نصوص واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں اختلاف کسی حالت میں مشروع نہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ ''اختلاف مذاہب اللہ کی رحمت ہے'' کسی حالت میں بھی جائز نہیں اور «اِخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ.» حدیث سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں تو جان لیں کہ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے، اور جھوٹی حدیث نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ [1]

اس حدیث کا بیان کرنا جائز تک نہیں چہ جائیکہ اس سے دینی مسئلے میں دلیل لی جائے۔ البتہ اگر کوئی شخص اس کا ذکر کرے تو اس کے جھوٹے ہونے کی نشاندہی بھی کر دے ورنہ عند اللہ گنہگار ہوگا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.» [2]

''جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات میری طرف منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''

عقلی طور پر بھی یہ حدیث صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر اختلاف رحمت ہے تو پھر اتفاق امت کے لیے مصیبت ہوگا۔ تو پھر نعوذ باللہ اللہ کا کہنا صحیح نہ ہوا۔ اگر کوئی اللہ رب العزت کی بات کو غلط ہونے کا عقیدہ رکھے گا تو وہ شخص مسلمان نہ رہ جائے گا۔ اس آیت کریمہ کو دیکھئے، پڑھئے، سنئے اور غور کیجئے:

---

[1] سلسلة الاحاديث الضعيفه، رقم 57.

[2] صحيح بخاری، رقم: 5844.

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾ ①

''اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت ہونے پر مجبور کر دیتا اور ہمیشہ لوگ اختلاف کرتے رہیں گے۔ ہاں وہ لوگ اختلاف نہ کریں گے جن پر اللہ نے رحم کیا ہے۔ اسی طرح (امتحاناً) انہیں پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے رب کا کلمہ پورا ہو چکا ہے کہ ہم جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھریں گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اختلاف اور رحمت کو الگ الگ چیزیں بتائی ہیں دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نبی الرحمہ ﷺ نے بھی اپنی امت کو بہت سی احادیث میں اختلاف سے ڈرا کر اس سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى اِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى اِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً.» ②

معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا:

«أَلَا اِنَّ مَنْ كَا نَ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اِفْتَرَقُوْا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَاِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةُ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِى النَّارِوَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِىَ الْجَمَاعَةُ.» ③

---

① هود: 118-119.
② سنن ابوداؤد، رقم: 4596.
③ سنن ابوداؤد، رقم: 4597.

ان دونوں احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ (72) بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت (73) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی (72) بہتر فرقے جہنم میں ہوں گے صرف ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور وہی جماعت ہے۔ اس معنی کی حدیث کئی صحابہ سے مروی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔ ①

جابر بن عبداللہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھے تھے، آپ نے اپنے آگے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ رب العزت کے راستے کی مثال ہے۔ پھر آپ نے دائیں اور بائیں طرف کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا: کہ یہ شیطان کے راستے ہیں، پھر آپ نے آگے کے بیچ کی لکیر پر دست مبارک رکھ کر اس آیت کو پڑھا:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ ②

''کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو، دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ تمہیں فرقوں میں ڈال دیں گے، اللہ نے اسی کی تاکید فرمائی ہے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔''

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اختلاف سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ جبکہ وہ خود اختلاف سے دور رہتے، اختلاف کے وقت ان کا طریقہ یہ تھا کہ مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرتے اگر مل جاتا تو بلا اختلاف اسی کا فیصلہ کرتے دوسرے سب اسی کی طرف رجوع کر لیتے۔ اگر مسئلہ کتاب وسنت میں منصوص نہ پاتے تو آپس میں مشورہ کرتے دوسروں سے پوچھتے کہ ممکن ہے کسی کے پاس کوئی واضح دلیل ہو، کیونکہ اللہ کا کلام مبارک ان کی نظروں میں تھا۔

---

① سلسلة الاحاديث الصحيحه، رقم: 204۔ الجامع الصغير: 2042۔

② سورة الانعام: 153۔ السنة لابن ابی عاصم۔ تفسیر ابن کثیر: 261/2۔

﴿ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ①

''نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر و اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔''

یقیناً ان کا مکمل اخلاص اللہ کے دین کے لیے تھا۔ اس لیے اپنی رائے یا دوسروں کی رائے پر تعصب اور اصرار نہ کرتے۔

غور فرمائیں! نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلا اختلاف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ وہ قسم کھا کر کہنے لگے: کہ نبی کریم ﷺ کی وفات نہیں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے تو دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر بیٹھ جاؤ، لیکن وہ نہ بیٹھے۔ سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر عمر کو چھوڑ دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا:

«أما بعد: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ،وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَّايَمُوْتُ.»

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو جان لے محمد ﷺ کو موت آ گئی اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اسے موت نہ آئے گی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ ②

① الانبياء : 7 . ② آل عمران : 144 .

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہی ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ تو آپ کو موت آ جائے یا شہید کردئے جائیں تو کیا تم اپنی پرانی حالت میں لوٹ جاؤ گے؟ جو بھی ایسا کرے گا تو اس سے اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر بجالانے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ اللہ کی قسم! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کو اس آیت کے نازل ہونے کا علم ہی نہ تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی تو لوگ اس کو دہرانے لگے۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم!

«وَاللَّه مَاهُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَابَكْرٍ تَلَاهَا فَعُقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحتى أهوَيتُ إلىَ الأرضِ حينَ سمعتُه تلاها:أَنَّ النبى ﷺ قَدْمَاتَ.»[1]

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو میں زخم خوردہ ہوگیا یہاں تک کہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا زمین پر گر پڑا۔ اور مجھے بھی یقین ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے۔''

اس کے بعد دوسرا اختلاف نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ کی تعیین کے بارے میں ہوا۔ لیکن اسے بھی سنت رسول «اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ.» یعنی ''خلیفہ قریش میں سے ہیں'' سے رفع کیا گیا۔

ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوکر آپس میں مشورہ کررہے تھے کچھ سمجھ نہ پارہے تھے کہ کیا کریں۔ مہاجرین کو جب خبر لگی تو آپس میں کہا: کہ انصار کو یہاں بلالیا جائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم خود ان کے پاس جائیں۔ مہاجرین میں سے ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم گئے۔ باتیں ہوئیں انصار کے کچھ لوگوں نے کہا کہ مہاجرین میں سے ایک امیر رہے، اور انصار میں سے ایک امیر ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت کچھ

[1] صحیح بخاری، رقم: 4454.

مفید باتیں کیں اور مزید یہ کہا:

«وَلَكِنَّ الأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ.» ①

''کہ امیر ہم ہوں گے اور آپ لوگ وزیر ہوں گے۔''

فرمان نبوی ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں۔ میں انصار کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا ہوں ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو۔ اور ان میں کا کوئی کچھ غلط کام کرے تو اسے معاف کردو۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اللہ نے ہمیں «صادقین» کا لقب دیا ہے، اور آپ لوگوں کو «مفلحین» کے لقب سے نوازا ہے، اور آپ لوگوں کو ہر حالت میں ہمارے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ○﴾ ②

''اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ رہو۔''

اس کے علاوہ بہت سی صحیح باتوں اور قوی دلیلوں کا ذکر کیا۔ اس پر انصار نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر لی۔'' ③

پھر صحابہ کرام میں اس بات میں اختلاف ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، اس اختلاف کو بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کیا گیا۔

اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، بھولا نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا:

«مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيّاً إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ.» ④

''کہ اللہ کسی نبی کو وہیں وفات دیتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔''

---

① صحیح بخاری، رقم: 3467.
② التوبہ: 119.
③ العواصم من القواصم، ص: 45.
④ سنن ترمذی، رقم: 1018.

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: «أدفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.»[1]

''کہ آپ کے بستر ہی کی جگہ پر آپ کو دفن کرو، اختلاف کا خاتمہ ہوگیا۔''

پھر صحابہ میں جو اختلاف ہوا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد علی، عباس، اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف تھا۔

اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات رسول کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے وراثت طلب کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

إن رَسُولَ اللّٰه ﷺ قَال: «لَا نُوْرَثُ: مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.»[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا کوئی وارث مال نہیں ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں گے وہ صدقہ ہوگا۔''

اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوکر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور اپنی موت تک چھوڑے ہی رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ صرف چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ترکہ رسول خیبر و فدک اور مدینہ کے صدقہ میں سے اپنی وراثت کا حصہ طلب کررہی تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کردیا اور یقین دلایا کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کیا کرتے تھے وہی کروں گا، اگر آپ کے عمل کو میں نے چھوڑ دیا تو میں ڈرتا ہوں کہ گمراہ ہوجاؤں گا۔

مدینہ کا ''صدقۂ رسول'' عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو سونپ دیا تھا۔ البتہ خیبر اور فدک کو روک رکھا اور وضاحت کی کہ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سے ہیں انہیں آپ اپنی خاص ضرورتوں کے لیے رکھتے تھے اور اب وہ دونوں خلیفۂ وقت کے تصرف میں ہوں گے، عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں کہ اب تک وہ اسی حالت میں ہیں۔[3]

---

[1] سنن ترمذی، ص 242، احکام الجنائز. [2] صحیح بخاری، رقم: 3508.
[3] صحیح بخاری، رقم: 3092-3094.

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب بھی کسی واقعہ میں اختلاف ہوتا تو قرآن وسنت کی دلیلوں کو ڈھونڈتے، جب دلیل مل جاتی اختلاف رفع ہوجاتا۔ انہوں نے عملی طور پر اس آیت کی تفسیر کی:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ ①

''جب تم میں کسی مسئلہ میں نزاع ہوجائے تو کتاب وسنت سے رجوع کرو۔''

علامہ ابن القیم نے خیرالقرون کے موقف کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ''کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو لیا اور اپنے تابعین سے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے ہم تمہیں پہنچارہے ہیں۔

تابعین عظام نے بھی اسی نہج پر زندگی گزاری۔ پھر اتباع تابعین بھی اسی سیدھے مسلک پر چلے۔ اسی طرح ائمہ متبوعین بھی ان کے بعد اسی منہج پر رہے۔

یہ ائمہ قیاس واجتہاد کی طرف اس وقت توجہ دیتے جب کتاب وسنت سے انہیں دلیل نہ مل پاتی۔ کیونکہ اللہ کا دین ان کے سینوں میں حد درجہ معظم تھا ان کے دلوں میں یہ بات بہت ہی بڑی تھی کہ صحابہ اور تابعین کے طریقوں کے خلاف کوئی رائے اور قیاس یا عقلی کسی بات کو آگے بڑھائیں یا کسی کی تقلید کو مقدم کریں۔

اس وجہ سے پورے عالم میں ان کی تعریف ہوتی رہی اور اللہ نے بعد کے لوگوں میں ان کو بڑی عزت کا مقام دیا۔ اسی طرح ان ائمہ کے طریقوں پر ان کے اتباع بھی چلے کسی کے لیے کوئی تعصب نہیں برتا۔ حجت اور دلیل ہی کے ساتھ وہ چلتے رہے، حق جہاں بھی ہوا اسی قافلہ میں رہے۔'' ②

مقصد عرض یہ ہے کہ عہد نبوی، عہد صحابہ اور جس کسی نے ان کی اقتداء واتباع کی ان کے عہد میں کسی کے قول کے ساتھ تعصب نہ برتا گیا۔ خواہ وہ کس قدر عالی مرتبت ہو۔ بلکہ وہ

---

① النساء: 59.
② اعلام الموقعین: 6/1، 9/2، 10.

لوگ کسی کے قول کو جب دلیل کے خلاف پاتے تو باادب وحکمت اس کی تردید کرتے۔ یہاں تک کہ بعض امراء و حکام کے قول وفعل کو جب وہ خلاف سنت پاتے تو تردید میں کوئی باک نہ کرتے اور نہ کسی کی ملامت کا خوف ان کے دلوں میں رہتا، کیونکہ ان کے دلوں میں دین کی عظمت ہر کسی کی عظمت سے بڑھ کر تھی۔

ابو الشعثاء کہتے ہیں: کہ معاویہ رضی اللہ عنہ طواف میں کعبہ کے چاروں کونوں کا استلام کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں ٹوکا اور کہا کہ دو (2) رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) ہی کا استلام کرنا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ بیت اللہ کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔ مسند احمد اور سنن الترمذی میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

''یعنی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لیے اتباع واقتداء ہے۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ ①

یہی روایت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہتے ہیں: کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ شریف کا طواف کرتے دیکھا۔ ان کے بائیں جانب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ میں دونوں کے پیچھے تھا ان کی باتیں سن رہا تھا معاویہ رضی اللہ عنہ حطیم کے دونوں رکنوں کو استلام کرنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کونوں کا استلام نہیں کیا، معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

«دَعْنِيْ مِنْكَ يَاابْنَ عَبَّاسٍ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ مَهْجُوْرٌ.» ②

''ابن عباس! چھوڑو، کعبۃ اللہ کا کوئی حصہ چھوڑا نہیں جاتا، جب بھی معاویہ رضی اللہ عنہ

① مسند احمد: 373/1 - سنن الترمذی: 213/3 .

② مسند احمد: 246/1، 2210 - سنن ترمذی، رقم: 858 .

ارکان پر ہاتھ رکھتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی بات دہراتے رہتے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیلوں پر ہوا کرتی تھی۔ ان میں علم فقہ کا کوئی انتساب تھا نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا کہ جس پر دوستی یا دشمنی کی جاتی۔ یہی حال تمام خیر القرون میں رہا۔

فصل ⑩

خیر القرون کے بعد حالات کی تبدیلی

اتباع کتاب وسنت کا یہی جذبہ خیر القرون پر حاوی رہا۔ اس کے بعد حالات بدلے اور پھر آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کی تقلید کی جانے لگی جن کا قول شریعت میں دلیل نہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ کسی نہ کسی امام کی تقلید فرض ہے۔ اور جس کسی نے یہ کہا کہ تمام ائمہ ہمارے امام ہیں ،میں کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتا بلکہ دلیل کی روشنی میں ہر ایک کی بات قبول کروں گا تو ایسے شخص کو غلط کہا جانے لگا اور آخری زمانے میں تو اسے لا مذہب تک کہہ دیا گیا، دجال، کم عقل، گم راہ، متعصب، اسلام دشمنوں کا ایجنٹ بتایا گیا۔ یہ مشہور کیا گیا کہ دشمنان اسلام کی کوئی چھپی طاقت ان کو حرکت دے رہی ہے۔ [1]

اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ صحابہ کرام کی طرح تابعین و اتباع تابعین اور ائمہ اربعہ اور اس دور کے تمام علماء اہل حدیث تھے۔ کتاب وسنت کی دلیلوں پر عمل کرتے اور اسی کی تلقین کرتے۔

خصوصاً ائمہ اُربعہ نے اپنے شاگردوں کو کسی خاص شخص کی تقلید اور اس میں تعصب برتنے سے منع کیا ہے۔ تقلید وتعصب وہ کیوں کرتے جب کہ ان کے جسم وجان میں قرآن وسنت کی اتباع کا جذبہ گھلا ملا تھا۔

ذیل میں ہم ائمہ اُربعہ رحمہم اللہ کے اتباع کتاب وسنت اور ترک تقلید سے متعلق اقوال کا ذکر کررہے ہیں، جنہیں ان کے شاگردوں نے نقل کیا ہے۔ وہ متقدمین اصحاب ائمہ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ ایک مسلمان کو چاہئے کہ انہیں غور سے پڑھے! سنے! اور انہیں پر عمل کرے۔

[1] بدعة التعصب المذهبي، صفحه: 98.

کیونکہ ان کے یہ اقوال عین کتاب وسنت کے مطابق ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال:

آپ کے اصحاب وتلامذہ نے آپ سے اتباع کے متعلق کئی مختلف اقوال نقل کئے ہیں:

①: «إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهِبِیْ.»

''جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

②: «لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّأْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ.»

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ ہمارے قول کو بغیر دلیل کے جانے اختیار کرے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

«حَرَامٌ عَلَى مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِیْ أَنْ يُّفْتِیَ بِكَلَامِیْ فَإِنَّنَا بَشَرٌ نَقُوْلُ الْقَوْلَ الْيَوْمَ وَنَرْجِعُ غَدًا.»

''جس کو میرے قول کی دلیل نہ معلوم ہو تو اس کے اوپر میرے قول سے فتویٰ دینا حرام ہے، کیونکہ ہم بشر ہی ہیں، ایک بات آج کہہ کر دوسرے دن اس سے رجوع کر سکتے ہیں۔''

③: «وَيْحَكَ يَا يَعْقُوْبُ! (أبويوسف) لَا تَكْتُبْ عَنِّیْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّیْ، فَإِنِّیْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا، وَأَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ.» [1]

''ابو یوسف! میری ہر بات کو نہ لکھا کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے آج کوئی بات اپنی رائے سے کہی تو کل اس سے لوٹ جاؤں اور کل کی کہی بات سے پرسوں لوٹ جاؤں۔''

④: «إِذَا قُلْتُ قَوْلًا يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ ﷺ فَاتْرُكُوْا قَوْلِیْ.»

---

① حاشيه ابن عابدين: ۱/63- رسم المفتی: 4/1- ايقاظ همم أولی الأبصار، ص :50-62- تاريخ ابن معين وغيره.

''اگر کوئی بات میں کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف کہوں تو میرے قول کو چھوڑ دو۔''

امام مالک رحمہ اللہ کے اقوال:

①: « إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ وَانْظُرُوْا رَأْيِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقْ فَاتْرُكُوْهُ.»[1]

''میں بے شک بشر ہی ہوں، غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بات بھی کہتا ہوں۔ میری رائے میں سے جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو۔ اور جو موافق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔''

②: «لَيْسَ أَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ.»

''نبی ﷺ کے علاوہ ہر ایک کی بات لی جائے گی اور چھوڑ بھی دی جائے گی، مگر نبی ﷺ کی بات صرف قبول ہوگی۔''[2]

③: «قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: سَمِعْتُ مَالِكًا سُئِلَ عَنْ تَخْلِيْلِ أَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوْءِ، فَقَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ، قَالَ: فَتَرَكْتُهُ حَتَّى خَفَّ النَّاسُ، فَقُلْتُ لَهُ: عِنْدَنَا فِي ذَلِكَ سُنَّةٌ۔ فَقَالَ: وَمَا هِيَ؟ قُلْتُ: حَدَّثَنَا؛ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنِ لَهِيْعَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِي عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِي عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْلُكُ بِخِنْصَرِهِ مَا بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَنٌ وَمَا سَمِعْتُ بِهِ قَطُّ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَسْأَلُ فَيَأْمُرُ بِتَخْلِيْلِ الْأَصَابِعِ.»[3]

''عبداللہ بن وہب کا بیان ہے کہ امام مالک سے کسی نے وضو میں پاؤں کی انگلیوں

① جامع بيان العلم وفضله: 32/2 ـ الاحكام لابن حزم: 149/6 .

② جامع بيان العلم وفضله، 91:2 ـ الاحكام لابن حزم، 145:6 .

③ مقدمه الجرح والتعديل، ص: 31-32 ـ السنن الكبرى للبيهقي: 76/1 .

کے خلال کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ توانہوں نے کہا کہ خلال کرنا لوگوں پر نہیں ہے۔ سن کر میں چپ رہا۔ جب لوگ مجلس سے چلے گئے تو میں نے ان سے کہا: کہ انگلیوں کے خلال کرنے کے بارے میں ہمارے پاس ایک سنت ہے، انہوں نے فرمایا کہ بتاؤ، تو میں نے مستورد بن شداد کی روایت بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنی خنصر کی انگلی سے اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال فرمارہے تھے۔ سن کر امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: یہ تو حسن حدیث ہے۔ آج سے پہلے اسے میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ ابن وھب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ان سے سنا کہ جب بھی ان سے پوچھا جاتا تو انگلیوں کے خلال کا حکم دیتے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال:

امام شافعی رحمہ اللہ سے اس باب میں بہت سے اقوال منقول ہیں، ان کے متقدمین شاگرد اور متبعین ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ متأخرین کی طرح تعصب نہ برتتے۔

① «مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَتَذْهَبُ عَلَيْهِ سُنَّةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَعْزُبُ عَنْهُ فَمَهْمَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَصَّلْتُ مِنْ أَصْلٍ فِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِلَافَ مَا قُلْتُ، فَالْقَوْلُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ قَوْلِيْ.»[1]

''ہر ایک سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی نہ کوئی حدیث چھوٹ سکتی ہے۔ اس لیے کوئی بات کہوں یا کوئی قاعدہ بیان کروں اور اس کے متعلق میرے قول اور قاعدہ کے خلاف پیارے رسول ﷺ کی کوئی سنت ثابت ہو تو وہی قول رسول ﷺ ہی قابل عمل و قبول ہے اور وہی میرا بھی قول ہے۔''

② «أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ.»[2]

① اعلام الموقعین: 363/2۔ ② اعلام الموقعین: 361/2۔

''مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے کہ جس کے سامنے سنت رسول ﷺ ظاہر ہوگئی تو کسی کے قول کی بنا پر اس سنت کو چھوڑنا جائز نہیں۔''

③: «إِذَا وَجَدْتُمْ فِيْ كِتَابِيْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَعُوْا مَا قُلْتُ.»

''جب تمہیں میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف کوئی بات ملے تو میری بات کو چھوڑ کر سنت رسول ﷺ کے مطابق کہو''

ایک روایت میں ہے:

«فَاتَّبِعُوْهَا وَلَا تَلْتَفِتُوْا إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ.»[1]

''تو سنت ہی کی اتباع کرو، کسی کے قول کو نہ دیکھو۔''

④: «إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ.»[2]

''حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ:

⑤: «أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّيْ فَإِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ فَاعْلِمُوْنِيْ بِهِ أَيَّ شَيْءٍ يَكُوْنُ كُوْفِيًّا أَوْ بَصْرِيًّا أَوْ شَامِيًّا حَتَّى أَذْهَبَ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ صَحِيْحًا.»[3]

''آپ مجھ سے زیادہ حدیث کا علم رکھتے ہیں اگر حدیث صحیح ہو تو مجھے بتاؤ۔ اسی کے مطابق فتویٰ دوں خواہ وہ کوفی حدیث ہو یا بصری یا شامی ہو۔''

⑥: «كُلُّ مَسْأَلَةٍ صَحَّ فِيْهَا الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ بِخِلَافِ مَا قُلْتُ فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْهَا فِيْ حَيَاتِيْ وَبَعْدَ مَوْتِيْ.»[4]

''میرے قول کے خلاف کسی مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہو تو اپنی زندگی

---

① صحيح ابن حبان: 284/3- المجموع: 63/1. ② المجموع: 63/1.
③ آداب الشافعي لابن أبي حاتم، ص: 94. ④ حلية الاولياء: 107/9.

اور موت کے بعد بھی اس قول سے رجوع کر رہا ہوں۔''

⑦: «إِذَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أَقُوْلُ قَوْلًا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهُ فَاعْلَمُوْا أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ.»[1]

''تم اگر صحیح حدیث کے خلاف مجھے فتویٰ دیتے ہوئے دیکھو تو جان لو، کہ میں عقل کھو بیٹھا ہوں۔''

⑧: «كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافُ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَى فَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ.»[2]

''میں نے جو بات بھی کہی ہو اگر صحیح حدیث کے خلاف ہو تو حدیث کی اتباع واجب ہے میری تقلید نہ کرو۔''

⑨: «كُلُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَهُوَ قَوْلِيْ وَإِنْ لَمْ تَسْمَعُوْهُ مِنِّيْ.»[3]

''میرا قول نبی کریم ﷺ کی ہر حدیث کے مطابق ہے اگرچہ تم مجھ سے وہ حدیث نہ سنے ہو۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال:

امام احمد بن حنبل تمام ائمہ سے زیادہ سنت رسول ﷺ کے حافظ اور عالم تھے، اور ان پر شدت سے تمسک بھی فرماتے، یہاں تک کہ ایسی کتابوں کی تالیف کو ناپسند کرتے تھے جن میں قیاس اور مسائل کی تفریعات کا ذکر ہو۔[4]

آپ نے فرمایا:

①: «لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ

① آداب الشافعي لابن أبي حاتم، ص: 93.
② آداب الشافعي لابن أبي حاتم، ص: 93.
③ آداب الشافعي لابن أبي حاتم، ص: 93.
④ مناقب ابن الجوزي، ص: 192.

حَيْثُ أَخَذُوْا.» ①

''میری اور مالک، شافعی، اوزاعی، اور ثوری کسی کی تقلید نہ کرو۔ جہاں سے انہوں نے علم لیا ہے وہیں سے تم بھی لو۔''

②: «لَا تُقَلِّدْ دِيْنَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ ، مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ فَخُذْ بِهِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ بَعْدُ الرَّجُلُ فِيْهِ مُخَيَّرٌ.» ②

''اپنے دین میں ان لوگوں میں سے کسی کی تقلید نہ کرو۔ نبی ﷺ اور صحابہ سے جو ثابت ہو اسی کو لو۔ تابعین کے اقوال کے بارے میں آدمی کو اختیار ہے۔''

③: «اَلْإِتِّبَاعُ أَنْ يَتَّبِعَ الرَّجُلُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَنْ أَصْحَابِهِ ثُمَّ هُوَ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيْنَ مُخَيَّرٌ.» ③

''اتباع کہتے ہیں کہ آدمی نبی ﷺ کی حدیث اور آثار صحابہ کی پیروی کرے۔ تابعین کے آثار میں اسے اختیار ہے۔''

④: «رَأَى الْأَوْزَاعِي وَرَأْيُ مَالِكٍ وَرَأْيُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ كُلُّهُ رَأْيٌ وَهُوَ عِنْدِيْ سَوَاءٌ إِنَّمَا الْحُجَّةُ فِي الْآثَارِ.» ④

''اوزاعی، مالک اور ابوحنیفہ سب کی رائے محض رائے ہی ہے۔ شرعی دلیل آثار ہی سے لی جائے گی۔''

⑤: «مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ.» ⑤

''جس کسی نے حدیث رسول ﷺ پر عمل نہ کیا تو ہلاکت کے کنارے پر ہے۔''

نوٹ: ان اقوال کی تفصیل علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب صفۃ صلاۃ النبی ﷺ میں دیکھیں۔

---

① اعلام الموقعين، 302:2 .
② مسائل أبي داؤد، ص: 286 .
③ مسائل ابی داؤد، ص: 277 .
④ جامع بيان العلم وفضله: 149/2 .
⑤ مناقب ابن الجوزیؒ، ص: 182 .

مقلدین مذاہب کا تناقض

مذاہب کے مقلدین کا معاملہ بڑا ہی عجیب اور تعجب خیز ہے۔ کہ فروعی مسائل میں تو ائمہ کی تقلید بڑی شدت سے کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے دیکھا کہ ان بزرگوں نے اپنی یا کسی اور کی تقلید سے شدت سے منع کیا ہے۔

لیکن عقیدہ کے مسائل جنہیں فقہ اکبر کہا جاتا ہے۔ ان میں ائمہ کے مخالف ہیں، اکثر اپنے اماموں کی مخالفت کر کے اشعری وغیرہ مذہب کے متعصب ہوتے ہیں۔ البتہ امام احمد بن حنبل کے متبعین سوائے چند افراد کے بحمد اللہ تاریخ کے ہر دور میں صحیح سلفی عقیدہ کے داعی اور عامل رہے ہیں۔

مگر مذاہب ثلاثہ کے اکثر مقلدین سلفی عقیدہ کے خلاف رہے۔ لیکن تاریخ کی ہر صدی میں ان میں بھی کچھ لوگ گزرے ہیں جو اپنا انتساب ائمہ کی طرف کرتے ہوئے بھی تعصب نہ برتتے۔ صحیح احادیث مل جانے پر امام کا قول چھوڑ دیتے اور اس کی تاکید بھی کرتے۔ اسی طرح صحیح عقیدہ کے معتقد بھی تھے۔ جو شخص اسلامی عقائد و مذاہب پر نظر رکھتا ہے اس سے یہ چیز مخفی نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور تمام ائمہ کرام اہل حدیث اور سلفی تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ جبکہ اس وقت آپ کے اکثر مقلدین کا عقیدہ آپ کے عقیدہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''کتاب فقہ اکبر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اُتباع کے نزدیک مشہور کتاب ہے۔ جس کو انہوں نے

سنداً ابو مطیع البلخی سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ ابو مطیع کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ اکبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کہ کسی گناہ کے ارتکاب پر مرتکب کو کافر نہ کہو۔ اور کسی مومن کے ایمان کی نفی نہ کرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ اور یقین رکھو کہ جو خیر اور شر تمہیں ملے ہیں وہ ملنے ہی تھے اور جو نہیں ملے وہ تمہیں مل نہیں سکتے۔ (یعنی جب تک اللہ رب العزت نہ چاہے۔)

صحابہ رسول میں سے کسی سے براءت کا اظہار نہ کرنا! تمام صحابہ کو چھوڑ کر کسی خاص صحابی سے محبت نہ کرنا، عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دو۔

ابو مطیع ناقل ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ جو کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو وہ کافر ہوگیا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے (اور عرش آسمان کے اوپر ہے)۔''

میں نے کہا: اگر وہ کہتا ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے۔ لیکن اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ عرش الٰہی آسمان میں ہے یا زمین میں؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے آسمان میں ہونے سے انکار کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں ہے۔ اس کو اوپر جان کر پکارا جاتا ہے نہ کہ نیچے جان کر۔ اسی معنی کے دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

اس کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کہ اس مشہور و معروف قول کے مطابق اللہ کے عرش پر ہونے میں توقف کرنے والے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کافر کہا تو (ان کے نزدیک) اس شخص کا حکم کیا ہوگا۔ جو اللہ کے آسمان میں ہونے کا واضح الفاظ میں انکار کر رہا ہے؟''[1]

اسی طرح کا قول ''الفاروق'' کتاب سے امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب «العلو لعلی الغفار» میں نقل کیا ہے۔[2]

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ: 47/5، 48۔ [2] مختصر العلو، ص: 136۔

عقیدہ طحاویہ کے شارح «ابن أبی العز حنفی» کہتے ہیں: کہ اللہ کے لیے علو کی صفت کے اثبات میں سلف کے لا تعداد اقوال وارد ہیں۔ ان میں سے شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری نے اپنی کتاب الفاروق میں اپنی سند سے ابو مطیع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا: جو کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں۔ تو امام صاحب نے جواب دیا: کہ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' اور عرش آسمان کے اوپر ہے۔.....الخ

پھر امام ابن ابی العز کہتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کی طرف اپنی نسبت رکھنے والوں میں جو اللہ کے عرش پر ہونے کا انکار کر رہا ہے۔ اس کی بات توجہ کے لائق نہیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت رکھنے والے بہت سے معتزلی اور دوسرے عقیدے کے معتقد بھی رہے ہیں۔ جو امام کے اکثر عقائد کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ [1]

اسی طرح ائمہ مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کی طرف اپنی نسبت رکھنے والوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو ان ائمہ کے بعض عقیدوں کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔

امام ابو یوسف کا بشر مریسی سے توبہ لینے کا قصہ مشہور ہے۔ امام ذہبی نے بشار بن موسی الخفاف سے نقل کیا ہے کہ بشر بن الولید الکندی قاضی ابو یوسف کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ مجھے کلام سے منع کر رہے ہیں، اور ادھر بشر مریسی اور علی الاحول کلام کرتے ہیں۔ پوچھا کیا کہتے ہیں؟

کہا: وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔ ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ان کو حاضر کیا جائے۔ لوگ انہیں پکڑنے گئے تو بشر اٹھ چکا تھا۔ علی احول اور ایک دوسرے بوڑھے کو لے کر آئے۔ تو

[1] شرح العقيدة الطحاوية، ص: 322-323.

امام ابو یوسف نے بوڑھے کو دیکھ کر کہا: تمہارے ادب کا لحاظ نہ ہوتا تو تمہیں مارتا پھر بھی قید کرنے کا حکم دیا۔ اور احول کو مارا اور شہر میں اس کو گھمایا۔ ①

اس کے باوجود حنفی معتزلہ اور اشاعرہ نے استویٰ کی تاویل استولیٰ سے کی ہے جس کا ذکر ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ ②

رسالہ الی اھل الثغر میں کہتے ہیں کہ اللہ کا «استواء علی العرش» استیلاء (قبضہ) کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز پر قابض رہا ہے۔

اس غلط عقیدہ کا اثر یہ ہوا کہ زبان عرب میں بھی یہ معنی اشاعرہ نے داخل کر دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جوھری اور رازی نے کہہ دیا «استوی الی السماء» قصد یعنی آسمان کی طرف قصد کیا۔ «واستوی أی استولیٰ» یعنی غالب و قابض ہوا۔ اور ایک نصرانی شاعر کے قول سے استدلال لے لیا۔

قد استوی بشر علی العراق

من غیر سیف ودم مهراق ③

اسی طرح مالکیہ نے بھی عقیدہ کے مسائل میں امام مالک سے مخالفت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

«اَللّٰهُ فِيْ السَّمَاءِ وَعِلْمُهٗ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ شَيْءٌ.»

''کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے، کوئی چیز اس کے علم سے خارج نہیں ہو سکتی۔''

عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا تھا، ایک آدمی نے آ کر سوال کیا: ابوعبداللہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ''یعنی اللہ عرش پر مستوی

① مختصر العلو، ص: 155. ② مقالات الاسلامیین: 254/1.

③ الصحاح: 2385/6- مختار الصحاح، ص: 335.

ہے"؟ امام مالک رحمہ اللہ نے سر نیچے کرلیا اور آپ کو پسینہ آنے لگا۔ اس کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا: کہ اللہ رحمٰن عرش پر ہے، جیسا کہ اللہ نے ہمیں خود بتایا ہے۔ اس کے بارے میں کیفیت کا سوال نہ کیا جائے۔ کیفیت کا علم نہیں دیا گیا۔ اور تم مبتدع ہو، اور کہا: کہ اس کو مجلس سے نکال دو۔

اسی طرح کئی اور شاگردوں سے یہی روایت ہے۔ اس میں مزید یہ بھی ہے کہ کیفیت کا علم غیر معلوم ہے۔ اور استواء کا معنی واضح ہے۔ کیفیت کے بارے میں سوال بدعت ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم صحیح عقیدہ سے بھٹکے ہوئے ہو۔ پھر حکم دیا اور اسے مجلس سے نکال دیا گیا۔"①

اسی طرح شافعیہ نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ اختیار کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس سنت پر میں ہوں اور جن ائمہ دین کو میں نے دیکھا ہے مثل سفیان و مالک وغیرہ کے وہ بھی جس سنت پر تھے، وہ یہ ہے کہ: «لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ» اور اللہ کے عرش پر آسمان میں ہونے کا اقرار کیا جائے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جس طرح چاہتا ہے قریب ہوتا ہے۔ قریب کے آسمان پر جب چاہے اترتا ہے۔ اور باقی عقائد کا بھی ذکر کیا۔"②

یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں: "کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سنا ہے، اللہ کے بہت سے نام اور بہت سی صفتیں ہیں۔ جس کو یہ علم ہوا، اسے صفات و اسماء میں سے کسی کا انکار جائز نہیں۔ علم اور حجت قائم ہوجانے کے بعد اگر مخالفت کر رہا ہے تو وہ کافر ہے۔ حجت قائم ہونے سے پہلے نادانی کی بناء پر اسے معذور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس چیز کا علم عقل اور سوچ سے نہیں حاصل ہوسکتا۔ اور چاہیے کہ صفات رب کا اقرار اور تشبیہ کا انکار کرے، جیسے کہ خود اللہ نے اپنے سے کسی کی مشابہت کی نفی کی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾③

---

① مختصر العلو، ص 140-141۔ ② مختصر العلو، ص ③ الشوریٰ: 11۔

''اس جیسا کوئی نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''[1]

امام شافعی سے علم کلام اور اہل کلام کی مذمت متواتر طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ آپ اصول و فروع میں بڑی شدت سے آثار کی اتباع کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی اتباع کے متعلق

عدل و انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات تاریخ کے ہر دور میں صحیح عقیدہ کے متمسک رہے بلکہ عقیدہ کی اصلاح کے داعی بھی رہے۔ پھر بھی حنابلہ میں کچھ لوگ اشاعرہ وغیرہ کے عقیدے پر پائے گئے۔ اس بات کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ مذاہب اربعہ کی شہرت اور انتشار کے بعد ہی عقائد اشعریہ ومعتزلہ کا انتشار ہوا، لگتا ہے کہ اس سے پہلے تمام علماء سلف کے عقیدے پر ہی تھے۔ علماء ہی مقتدا و متبّع ہوتے ہیں اس لیے عوام بھی انہی کے تابع رہے ہوں گے۔ چند گنتی کے لوگ تھے جو پوری اسلامی حکومت میں غلط عقیدے شیعیت، رفض، نصب، اشعریت وغیرہ کی تائید کرتے اور ان کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن اس زمانہ کے ائمہ نے سختی سے ان کا محاسبہ کیا ان کے رد میں کتابیں لکھیں۔ جوامع، سنن ومسانید کے خاص جزء میں ان کا ذکر اور ان کی تردید کی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عقیدہ اور احتجاج بالآثار اور اسماء وصفات کی تاویل نہ کرنے کے بارے بہت کچھ نقول آئے ہیں۔ آپ سے خلق قرآن کے قائل کی تکفیر، اسماء وصفات کا اثبات، اللہ کا علو (اوپر ہونا) ابوبکر وعمر کی تفضیل اور ایمان کی زیادتی وکمی کا اثبات متواتر طریقے سے ثابت ہے۔[2]

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ائمہ کرام کی طرف بعض اہل بدعت فرقے کے لوگوں نے انتساب کیا۔ اصول وعقیدے میں ان کے مخالف رہے۔ ائمہ نے ان سے اپنی براءت کا

---

① مختصر العلو، ص: 177.

② مختصر العلو للعلي الغفار، ص: 130- مختصر العلو، ص: 189.

اظہار کیا۔ یہ چیز بہت مشہور ہے اسی زمانہ میں بہت سے جہمی ،قدری ،معتزلی، وغیرہ فروع میں اپنی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرتے تھے باوجودیکہ امام اور آپ کے اصحاب ان سے براءت کا اظہار کرتے تھے۔ اس بات میں ان کے اقوال لوگوں میں مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہہ دیا:

«لَعَنَ اللّٰهُ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ هُوَ فَتَحَ عَلَى النَّاسِ الْكَلَامَ فِيْ هٰذَا.»

''عمرو بن عبید معتزلی پر اللہ کی لعنت ہو اسی نے سلف کے عقیدہ کے خلاف کلام کا دروازہ کھولا ہے۔''

نوح الجامع کا کہنا ہے: کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اعراض و اجسام جیسے کلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کہ یہ فلسفہ والوں کی بات ہے تم کتاب وسنت پر تمسک رکھو۔ اور نئی ایجاد بندہ باتوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ بدعت ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ جو کوئی علم کلام سیکھے گا وہ بے دین ہو جائے گا۔ نیز جب بشر مریسی نے صفات رب کی تعطیل کے متعلق کلام کیا تو انہوں نے اس پر حد قائم کرنے کا عزم کرلیا تھا لیکن وہ بھاگ نکلا۔

محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ مشرق و مغرب کے علماء کا اجماع ہے کہ جن صفات کا اثبات اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لیے کیا ہے، ان پر ایمان واجب ہے۔ اور ان کے ظاہر معنی کو قبول کیا جائے۔

اسی طرح کی اور کئی عقیدہ سلف کی باتوں کا ذکر کیا جن کی تفصیل کسی اور مقام پر بیان ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اتباع میں سے بہت سے فقہاء اس وقت بھی معتزلہ وغیرہ کے مخالف ہیں اور ان کی بہت تردید کرتے ہیں۔

جہمی فرقے کا سرغنہ بشر المریسی ،نیز احمد بن دؤاد قاضی القضاۃ ان جیسے دوسرے جہمی اور معتزلی وغیرہ فروع میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے انہی لوگوں

نے ہی اہل سنت سے جنگ کی آگ بھڑکا رکھی تھی جس کی وجہ سے خلق قرآن اور صفات کی تعطیل کا مشہور فتنہ کھڑا ہوا تھا۔ ①

آخر کار ایک وہ زمانہ بھی آیا جس میں اہل حدیث اور سلفی عقیدہ کے متبعین تھوڑی تعداد میں رہ گئے۔ لوگوں نے انہیں کمزور سمجھا اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں ستائے جانے لگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوئی۔ نبی صادق المصدوق ﷺ نے اس حالت کی خبر بہت پہلے دے دی تھی:

«اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ.» ②

''بیشک اسلام اجنبیت کی حالت میں ظاہر ہوا، اور پھر آخر میں اجنبی ہو جائے گا۔ ان غرباء کے لیے اچھائی ہے جو فسادات کی اصلاح کرتے ہیں۔''

پھر حالات مزید بدتر ہوئے کہ عقیدہ اور فقہ میں لوگوں کے تعصب مذہبی کی وجہ سے سلفی عقیدہ کے لوگوں کو عقیدہ کے اظہار اور اس کی دعوت دینے سے منع کیا جانے لگا۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ عقیدہ سلف اور کتب حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں کو ستایا بھی گیا۔

صرف فقہ کے اس مذہب کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت ہوئی جس مذہب کو حکومت اور علماء حکومت نے اپنایا تھا۔ امام احمد بن حنبل کو سلفی عقیدہ کے مخالفین اور مذاہب کے متعصبین ہی کی طرف سے دلدوز اذیت پہنچی تھی۔ یہی حال ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے اتباع کا بھی ہوا۔ (رحمہم اللہ اجمعین)

اس بنا پر امت مسلمہ اگر وحدت اور قوت بنانا چاہتی ہے تو تمام آلائشوں سے پاک دین خالص کے عقیدہ و عمل پر تمسک کرے۔ جس کو تمسک کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہزار اختلافات کے بعد ایک دل ہو گئے تھے۔ ورنہ عقیدے اور مذاہب کا تعصب امت کو گھن کی

① الدليل على بطلان التحليل ومنازل الائمه الاربعه للسلماسي.

② سنن ترمذی، رقم: 2629.

طرح کھاتا رہے گا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑی قیمتی بات لکھی ہے:

''فرقہ ناجیہ ہونے کے حقدار اہل حدیث اور اہل سنت ہیں جن کے امام صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہی آپ کے اقوال و احوال کو زیادہ جاننے والے اور صحیح و سقیم کی تمیز رکھنے والے ہیں، ان کے ائمہ حدیث و سنت کی سمجھ رکھنے والے ہیں، وہی لوگ سنت کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے اور اس کی تصدیق و اتباع کرنے والے ہیں۔ سنت ہی کی بنا پر ان کی محبت اور دشمنی کی بنیاد ہے۔ وہ لوگ کسی کے قول کو بنیاد اور قاعدہ نہیں بناتے، بلکہ رسول اکرم ﷺ جو کتاب و حکمت لے کر آئے اور آپ ہی کے اقوال کو وہ بنیاد اور قاعدہ بناتے ہیں اور اسی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''[1]

---

[1] مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ: 347/3۔

ائمہ اسلام کی فقہ

جس طرح ائمہ اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے پر تھے اسی طرح عبادات و معاملات میں فطرت الٰہی پر رہے۔ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ اور آثار صحابہ اور کتاب وسنت پر قیاس کے متبع تھے۔

وہ خود کسی امام کی طرف اپنا انتساب نہ کرتے نہ کوئی بکری تھا نہ عمری نہ عثمانی نہ علوی یا عباسی اور مسعودی کوئی بھی کسی کی فقہ کی طرف اپنا انتساب نہ کرتا تھا۔

خیر القرون میں ہر شہر میں علماء ہوتے اپنے علوم اور فتاویٰ کے ذریعہ لوگوں کی قیادت کرتے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں عام لوگ اس جگہ کے عالم یا علماء سے فتویٰ لیتے۔ کسی خاص شخص کی رائے قیاس اور فقہ کی پابندی نہ تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاگرد اپنے استاذ کے عقیدے اور سوچ وفکر سے متاثر ہوتا ہے تو شاگرد کو اس وجہ سے کہ اس نے استاذ سے استفادہ اور ملازمت کی ہوتی ہے ان کے اصحاب کے لفظ سے جانا جاتا تھا۔ فلاں اصحاب امام ابوحنیفہ میں سے ہے، فلاں امام شافعی، مالک اور احمد بن حنبل کے اصحاب میں سے ہے۔ لیکن اس تاثیر اور تاثر کے بعد بھی اپنے استاذ کی بات پر تعصب نہ برتتے دلیل مل جاتی تو اس پر عمل کرتے اور بیباک استاذ کی مخالفت کرتے۔

اور ادھر بزرگ استاذ بھی اپنے دل میں ان کی مخالفت سے کوئی تنگی اور ناراضگی نہ محسوس کرتے بلکہ اپنے تلامذہ کی ہمت افزائی فرماتے۔ اور شاگرد کی رائے کی طرف رجوع کر لیتے۔ امام ابو یوسف اور محمد کے بارے میں یہ امر مشہور ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

کے ثلث مذہب سے اختلاف کیا ہے۔ والثلث کثیر۔ [1]

اس اختلاف کی شہادت مذاھب کی کتابوں میں ملتی ہے۔ مجتہد مذہب کہتے ہیں کہ فتوی امام کے قول کے خلاف صاحبین کے قول پر ہے۔

ابو شامہ مقدسی کہتے ہیں: کہ مزنی نے اپنی «الجامع الکبیر» میں لکھا ہے کہ تیمّم کرکے صلاۃ میں داخل ہونے والا اگر پانی پالے، تو صلاۃ کو توڑ کر وضو کرکے صلاۃ پڑھے (یعنی اس مسئلے میں امام شافعی کی تقلید نہ کرے) امام شافعی خیر خواہی کرکے تمہیں تقلید سے منع کر گئے ہیں اگر تم درست کام کروگے تو انہیں بھی ثواب ملے گا۔ مگر وہ تمہاری غلطی سے بری ہیں۔

ابو علی سنجی «تنخیص» میں کہتے ہیں کہ مزنی نے اس مسئلے میں اہل کوفہ کا مذہب اختیار کیا ہے اس کو راجح سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے۔ امام شافعی کی مخالفت کا عذر بھی بیان کردیا کہ انہوں نے تقلید سے منع کیا ہے۔

ابو شامہ کہتے ہیں: کہ یہاں مزنی نے امام شافعی کے منع تقلید پر عمل کرتے ہوئے جب انہیں نظر واستدلال سے دوسرے کا قول راجح معلوم ہوا تو اسی کو اختیار کیا۔ تو اگر انہیں شافعی کی مخالفت میں کوئی نص صریح مل جاتی تو کیا نص کو چھوڑ دیتے، ہرگز نہیں۔ اگر تمہیں تحقیق کرنی ہو تو ایسے مقامات کو تلاش کرو! جہاں امام شافعی کے مذہب کے اہل علم والتحقیق علماء نے مذہب کی تائید کرتے ہوئے بھی بہت سے مسائل میں امام شافعی سے مخالفت کیا ہے۔ [2]

بنا بریں امت کے علماء سے یہی گزارش ہے کہ عقیدہ و احکام اصول و فروع کے تمام مسائل میں اصول صحابہ اور ان کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے بحث کی جائے اور عوام کو بھی راجح مسائل ہی بتائے جائیں کسی مذہب کی پابندی نہ ہو۔ تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بھی یہی کچھ کیا اور پھر اسی کی تلقین بھی فرمائی ہے۔

---

[1] حاشیہ ابن عابدین، 62:9۔ النافع الکبیر لعبد الحی اللکھنوی، ص: 93۔

[2] الکتاب المؤمل، ص: 112۔

کیونکہ صحابہ رسول دین کے اصول وفروع کو بغیر کسی واسطہ کے نبی کریم ﷺ سے لے کر ان پر ایمان لائے اور عمل کیا۔ اصول وفروع میں تفریق شرعی نہیں سب کے مأخذ ومصادر ایک ہیں۔ اسی کا نام اتباع ہے، اور اللہ رب العزت کے اس قول کا معنی بھی یہی ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ [1]

”تمہارے رب کی طرف سے جو چیز نازل کی گئی اس کی اتباع کرو۔ اللہ کے علاوہ کو ولی بنا کر ان کی اتباع نہ کرو تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔“

[1] الاعراف: 3.

بَابُ دَوُم

تفقہ اور فقہ سلف
کے بیان میں

فصل ①

دین کے سیکھنے کا وجوب

ہر مسلمان مرد وعورت پر دین وعبادت کے احکام کا سیکھنا فرض ہے جس کے لیے اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○﴾ ①

''جن وانس کو میں نے صرف اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اسی لیے اللہ رب العزت نے سب کو پڑھنے اور دین کے سمجھنے کا حکم نبی کریم ﷺ پر نازل کردہ سب سے پہلی آیت میں دیا:

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○﴾ ②

اللہ کا حکم اور مکرر حکم پڑھنے کا اسی مقصد کے لیے ہے کہ مسلمان اپنے دین کے واجبی احکام کو اپنی حد تک سیکھے۔ ان آیات میں یہ اشارہ بھی ہے کہ علم کو محفوظ رکھنے اور اسے سیکھنے کا اہم آلہ وذریعہ قلم ہے۔

اسی وجہ سے بعض روایات اور بعض علماء کے فہم کے مطابق اللہ رب العزت کی سب سے پہلی مخلوق قلم ہے:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ.» ③

① الذاريات : 56 . ② العلق : 1-4 .

③ صحيح الجامع الصغير : 2017- سنن الترمذي ، رقم : 2645 .

اور پھر قلم کو «مایکون» کے لکھنے کا حکم بھی دیا! مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کے اوپر اس قدر علم کا سیکھنا فرض ہے جسکے ذریعہ اپنے رب، دین اور رسول ﷺ کو پہچان سکے۔ پھر امت کے کچھ لوگوں کو حکم ہے کہ علم میں توسع حاصل کرنے کی غرض سے علماء تک پہنچیں اور سیکھ کر واپس آ کر اپنی قوم کو سکھائیں:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○﴾ ①

''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں''

اور نبی کریم ﷺ نے بھی طلب علم کی ترغیب دی ہے:

«مَن يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي وَلَن تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ.» ②

''جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین میں فقہ اور سمجھ دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا اللہ ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی قیامت آنے تک ان کا مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

فقہ فی الدین کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عقیدہ و احکام اور اصول و فروع کو اپنی حد تک سمجھے،

① التوبہ: 122. ② صحیح بخاری، رقم: 71، کتاب العلم.

عقیدہ اور عمل ،اصول وفروع میں کسی کے لیے کوئی فرق نہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔

عقیدہ میں فقہ وفہم کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات وصفات ،رسولوں خصوصاً نبی کریم ﷺ ،ملائکہ اور نازل کردہ کتابوں اور قیامت کے دن اور تقدیر کے خیر وشر ہونے سے متعلق مسلمان ایمان لائے اور عام معلومات حاصل کرے۔

اسی طرح غیب کی خبریں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ مثلاً مردہ اور قبروں اور مرنے کے بعد کے احوال اور حشر ونشر، حساب وکتاب سے متعلق جنت وجہنم کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اس پر ایمان رکھے۔

''فقہ عقیدہ'' کو سلف کی اصطلاح میں ''السنۃ'' یا ''علم عقیدہ'' یا ''علم توحید'' کے نام سے جانا گیا۔ اور متاخرین کے اصطلاح میں ''علم کلام'' سے جانا گیا۔ علم کلام کو سلف صالحین کے یہاں قبول نہ کیا گیا کیونکہ عقیدہ اور غیب سے متعلق عقل و قیاس اور پھر جوھر وعرض کو دخل نہیں۔ صرف اور صرف نصوص قرآن وسنت ہی پر ان کی بنیاد ہے۔ لیکن متاخرین نے اس میں قیاسات فاسدہ کو داخل کرکے نصوص کی تاویل کی۔ پھر حدیث کو خبر واحد کہہ کر اس کا انکار کرکے بہت سے مسائل کا انکار کردیا۔ یقیناً دین میں یہ ایک نئی بدعت ہے۔ اسی طرح احکام اور فروعی مسائل کا علم وفقہ بھی ایک مسلمان کو اسی طریقے پر سیکھنا ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلاتفریق عقیدہ وعبادت واحکام کے سیکھا تھا۔ ہر مسلمان مرد وعورت پر دین کا اس قدر حصہ سیکھنا ضروری ہے۔ جس کے ذریعہ اپنے رب ،دین اور رسول کو جان سکے۔ یہی چیزیں دین کے بڑے اصول ہیں اور انہی تینوں امور سے متعلق ہر مسلمان اور غیر مسلم سے قبر اور برزخ کی زندگی میں مرنے کے بعد ہی سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں اس کا ذکر ہے:

«يُقَالُ لَهُ: يَا هٰذَا! مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ.»[1]

[1] سنن ابوداؤد، رقم: 4753۔ احکام الجنائز للالبانی، ص: 157۔

''اس سے اس کے رب دین اور نبی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ ①

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے اسی عبادت کے مکلّف تھے، اور رہیں گے۔ موت آنے تک کوئی شخص ہوش وحواس کی سلامتی میں اللہ کی عبادت سے نکل نہیں سکتا۔ اس عبادت کے طریقوں کو جاننے کا واحد طریقہ ہے اور وہ طریقہ انبیاء اور رسل کا طریقہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے عدل و انصاف سے انبیاء کو بھیج کر لوگوں کو طریقۂ عبادت سکھاتا رہا، آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین بن کر آئے۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ کے آجانے کے بعد اللہ کی عبادت کا صرف وہی طریقہ رہ گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے اور طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے۔ قرآن وسنت میں تمام امور واضح طور پر مذکور ہیں۔ اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.» ②

اس لیے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے کہ دین کے ان تینوں ضروری امور کو سیکھے نہ سیکھنے کی بنا پر گنہگار ہوں گے۔

علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ صوم وصلاۃ، حرام وحلال اور دوسرے احکام کو سیکھے۔

حسن بن الربیع رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ اس حدیث کی کیا تفسیر و

① الذاريات : 56 .

② حدیث صحیح ہے، ائمہ حدیث نے اس کو متعدد صحابہ انس، عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، عبد اللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ دیکھیں: تخريج احاديث مشكلة الفقر، ص : 48-62 .

توضیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کہ جو تم علم حدیث (توسع کے ساتھ) سیکھتے ہو وہ مراد نہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے جس معاملے سے دو چار ہو اس کے بارے میں سوال کر کے سیکھ لے۔

حسن بن شقیق نے عبد اللہ بن المبارک سے «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ» کی شرح اور توضیح پوچھی کہ لوگوں پر کس مقدار میں علم کا سیکھنا ضروری ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ آدمی جس کسی کام کے لیے قدم اٹھائے تو بغیر علم اور بغیر سوال اور بغیر سیکھے ہرگز نہ کرے۔ مزید کہا: کہ اگر کسی کے پاس زکاۃ کا مال نہیں تو اسے زکاۃ کی تفصیل کا سیکھنا ضروری نہیں جب اس کے پاس دوسو درہم کم سے کم ہو جائیں تو پھر اس پر سیکھنا فرض ہو گیا کہ اس میں سے کتنی زکاۃ نکالے کب نکالے اور کس کو دے وغیرہ۔ [1]

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: کہ مجھ سے کسی نے سوال کیا کہ علم کیا ہے؟ اور لوگوں پر علم کا کتنا حصہ سیکھنا واجب ہے؟ تو میں نے کہا: علم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک عوام کا علم ہے: جس کا سیکھنا ہر عاقل بالغ پر ضروری ہے۔ اس نے کہا: اس کی مثال کیا ہے؟ میں نے کہا پانچ صلوات اور اللہ کے لیے لوگوں پر رمضان کا صوم، بیت اللہ کا حج اگر وہاں تک پہنچ سکیں، مال کی زکاۃ ان سب کا ادا کرنا ضروری ہے۔ زنا، قتل، چوری اور شراب کی حرمت اسی طرح کے اور دوسرے احکام کا جاننا، سمجھنا اور مال و جان سے ادا کرنا بندوں پر ضروری ہے۔ اور ہر حرام چیز سے دور رہیں۔

اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے خاص لوگوں کے علم کا ذکر کیا۔ [2]

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے، عبداللہ بن احمد کہتے ہیں: کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا کہ آدمی کے اوپر کیسا علم حاصل کرنا فرض ہے؟ آپ نے کہا: ان امور کا سیکھنا جن سے صلاۃ قائم کر سکے، صوم، زکاۃ، اور دیگر شرائع کو ادا کر سکے۔ اسے ان سب کا

[1] الفقيه والمتفقه: 42/1 .
[2] الرسالة، 357، 358 وما بعدها .

جاننا ضروری ہے۔ ①

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے فقیہ اور متفقہ میں کہا ہے: ہر شخص پر اللہ کے فرض کردہ واجبات کا حسب استطاعت جاننا ضروری ہے۔ اور ہر بالغ، عاقل مرد اور عورت، آزاد اور غلام جن پر طہارۃ، صلاۃ، صوم فرض ہیں ان کا جاننا واجب ہے۔ اور اسی طرح کھانے، پینے، پہننے، شادی بیاہ اور لوگوں کے خون اور مال میں سے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ ان امور کے نہ جاننے کا عذر کسی کو نہیں۔ سب پر ضروری ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اس کا سیکھنا، جاننا شروع کر دیں۔ امیر المؤمنین کے اوپر ضروری ہے کہ لونڈیوں کے مالک یا مالکہ کو ان کے سکھانے پر مجبور کرے دوسرے لوگوں کو بھی سیکھنے پر مجبور کرے۔ جہال کو سکھانے پڑھانے کے لیے کچھ لوگوں کو مقرر کرے، بیت المال سے ان کی تنخواہیں مقرر کرے، اور علماء پر فرض ہے کہ عوام کو سکھائیں تاکہ حق اور باطل کو جان سکیں۔ ②

سلماسی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ہر ایک پر لازم ہے کہ جو اس کے اوپر فرض ہے، اسے جانے ہر عاقل، بالغ پر طہارت، صلاۃ، صوم، کھانے میں حلال و حرام بلکہ ہر وہ چیز جو حلال یا حرام ہے ان کا جاننا ضروری ہے۔ مال والوں پر زکاۃ کے احکام کا جاننا، حج کی استطاعت والے پر حج کے احکام کا جاننا، جو شادی کرنی چاہتا ہے اسے حلال و حرام عورت کا جاننا، تجارت والوں پر حلال و حرام خرید و فروخت کا جاننا، حکام کے اوپر احکام کا جاننا فوجی تربیت اور جہاد اور غنیمت کے احکام کا جاننا ضروری ہے۔

اسی طرح ہر ایک پر سورۃ فاتحہ کا یاد کرنا فرض ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.»

''جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی صلاۃ نہیں۔''

① مسائل عبداللہ، ص: 349. ② الفقیہ والمتفقہ: 43/1.

اسی طرح قرآن کریم کا کچھ اور حصہ حفظ کرنا ضروری ہے۔ ①

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کفایہ کے طور پر امت کے بعض افراد پر فرض کیا ہے کہ وہ توسع کے ساتھ احکام شریعت کو سیکھیں تاکہ لوگوں کے مسائل میں فتویٰ دے سکیں اور ان کو صحیح راستہ بتا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝﴾ ②

''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ہر قبیلے کے سب افراد اگر نکل نہیں سکتے تو کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلیں اور آپ پر نازل ہونے والی وحی کو سیکھیں اور سمجھیں، واپس آکر اپنی قوم کو دشمن کے متعلق بتائیں اس صورت میں ان کے دو مقصد حاصل ہوں گے۔

(جہاد اور تفقہ) اور نبی کریم ﷺ کے بعد قبیلے کے جو لوگ نکلیں یا تو تفقہ اور علم دین کے سیکھنے کے لیے یا جہاد کے لیے نکلیں، یہ ہر قبیلے کے لوگوں پر فرض ہے اس سے پہلے ابن کثیر رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلنے کا قول نقل کیا ہے۔ ③

① منازل الائمہ، ص: 134، 135۔ ② التوبہ: 122۔

③ ابن کثیر: 543/2۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بھی «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ» کی شرح اسی طرح کی ہے۔

مجاہد بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ سفیان بن عیینہ کی مجلس میں ہم لوگوں کے سامنے اس حدیث کا ذکر آیا، تو انہوں نے کہا: کہ ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ بلکہ اگر بعض نے طلب کر لیا تو دوسروں سے بھی فرض ساقط ہو گیا، جیسے کہ جنازہ پر صلاۃ اور اس کا دفن کرنا اگر چند لوگوں نے اسے پورا کر دیا تو سب کا فرض ادا ہو گیا۔

خطیب بغدادی نے ان کے اس قول کی توضیح اس طرح کی کہ ابن عیینہ کا مقصد یہ ہے کہ فروعی مسائل سے متعلق فقہی احکام کا سیکھنا اور جاننا ہر شخص پر فرض نہیں۔ لیکن اصولی مسائل یعنی اللہ کی پہچان اس کی توحید واسماء وصفات کی پہچان، رسول کریم ﷺ کی تصدیق، ان امور کا جاننا ہر فرد مسلم پر واجب ہے۔ ان میں کوئی کسی کی نیابت نہیں کر سکتا۔ [1]

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ کہ ہر فرد مسلم پر جاننا فرض ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جسے فرض کفایہ کہا جائے گا۔ اگر کچھ لوگوں نے سیکھ لیا تو سب کا فرض ادا ہو گیا۔ [2]

یہ بھی واضح ہے کہ «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ» سے مراد وہی علم وفقہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین کے عہد میں تھا۔

عبد الرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم قضاء اور فتویٰ کے اہل نہ تھے اور نہ ہی فتویٰ دیتے۔ پھر اللہ نے ہم سب کو اپنی مشیت سے اس مقام پر پہنچا دیا جسے دیکھ رہے ہو۔ تو جس کے پاس کوئی مسئلہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ سے کرے۔ اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ہو تو نبی کریم ﷺ کے فیصلے کی روشنی میں فیصلہ دے۔ اگر ان میں سے کسی میں نہ ملے تو اجتہاد کرے یہ عذر نہ کرے کہ میں ڈرتا ہوں، میں

---

[1] الفقيه والمتفقه، 44، 45.

[2] جامع بيان العلم وفضله: 10/1.

ڈرتا ہوں۔ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ حلال وحرام کے درمیان کچھ غیر واضح چیزیں ہیں تو جہاں شبہ ہو اسے چھوڑ دو۔ ①

اس اثر کی ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے۔ اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ اگر فیصلہ کرنا نہیں جانتا تو فیصلہ کرنے نہ بیٹھے شرم کی کوئی بات نہیں۔ ②

خلیفہ رسول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ اگر مسئلہ کتاب اللہ میں ہے تو اس کا فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول میں دیکھو اور فیصلہ دو۔ اگر کتاب وسنت میں نہیں ہے اور تم سے پہلے کسی نے اس کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے تو تمہیں اختیار ہے کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرو یا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میری نظر میں پیچھے ہٹ جانا اچھا رہے گا۔ ③

---

① سنن النسائی، ص:811۔ سنن الدارمی:61/1۔ اخبار القضاۃ لوکیع:76/1.

② اعلام الموقعین: 118/2، عن ابی خیثمہ.

③ سنن الدارمی:55/1۔ اخبار القضاۃ: 189/2

فصل ②

الفقہ فی الدین

عقیدہ اور عمل میں دین کی فقہ (سمجھ) ہی دین ہے، اور تمام خیر و بھلائی اسی میں ہے۔

معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَن يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِيْ وَلَن تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ.» ①

''جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین میں فقہ اور سمجھ دیتا ہے۔ اور میں تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی قیامت آنے تک ان کا مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا.» ②

''لوگوں کو تم (سونے چاندی وغیرہ کے) کان کی طرح پاؤ گے، ان میں جو جاہلیت میں اہل خیر تھے اسلام میں بھی وہ اہل خیر ہوں گے، شرط یہ ہے کہ فقہ اور سمجھ رکھیں۔''

متاخرین کی اصطلاح میں فقہ کی دو اقسام ہیں۔

① صحيح بخاري: 71، كتاب العلم. ② صحيح بخاري، رقم: 3304.

①: فقہ اکبر:..... جو فقہ عقیدہ اور دین کے اصول میں سے ہو۔

②: فقہ الفروع:.....فروعی مسائل کی فقہ یعنی احکام وعبادات ومعاملات سے متعلق سمجھ رکھنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں دین کی فقہ کی کوئی قسم نہ تھی، اور تفقہ کے لیے عقیدہ و احکام میں کوئی تفریق نہ کرتے ،اسی طرح بعینہ وہ دین یعنی عقیدہ وعمل کے مصدر و ماٰخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔لیکن نام اور اصطلاح میں لوگوں کو اجازت ہے !اس بنا پر فقہ کی دو قسمیں قبول کی گئیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب عقیدہ سے متعلق ایک کتاب کا نام «الفقہ الاکبر» اسی اصطلاح کی بنا پر ہے، فقہ اکبر کو علم توحید وعقیدہ کے نام سے جانا گیا۔

یہ فقہ اللہ کی ذات اس کے اسماء وصفات اور غیب کی تمام باتوں پر جن کی خبر اللہ اور رسول ﷺ نے دی ہیں، ملائکہ اور رسل اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں ،روز قیامت اور احوال قبور، موتی اور بعث ونشور وغیرہ تمام امور پر ایمان لانے سے متعلق ہے۔

اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ان مذکورہ تمام امور پر اللہ ورسول کی توضیح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کے مطابق ایمان لائے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے بغیر کسی واسطے کے نبی کریم ﷺ سے دین کے تمام امور کو سیکھا اور اس پر ایمان لائے اور عمل کیا۔ نہ اللہ رب العزت کے اسماء و صفات کی تعطیل کی نہ تاویل کی ، نہ مخلوقات کی صفات سے تشبیہ دی اور نہ ہی اس کی کیفیت کی تعیین کی نہ ان سب امور میں ان کو کوئی شبہ ہوا، بلکہ ہر چیز کے ظاہر معنی پر ایمان لائے۔ اسی فہم وعمل پر دین اور اللہ کی نعمت مکمل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کی حیات ہی میں عقیدہ کے اسی فہم کی صورت میں اجماع امت ہو چکا تھا۔ پھر بعد کے خیر القرون میں تابعین اور اتباع تابعین کے علماء کا اجماع رہا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ خیر القرون ہی میں تشیع ،خروج اور نصب اور انکار تقدیر جیسی بدعت کی آواز سننے میں آئی۔ لیکن یہ آواز امت کے چند گمراہ لوگوں کی طرف سے اٹھائی گئی۔ امت کے علماء نے ان کی تردید کی ،اور بالاتفاق سب نے انہیں کتاب وسنت کا

مخالف بتایا اور ان سے بائیکاٹ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کا اجماع اسی عقیدے پر تھا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُخذ کیا تھا۔ اگر دنیا میں کوئی اجماع پایا جاسکتا ہے تو یہ اجماع اپنی جگہ پر ثابت اور اٹل ہے اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔

پھر اللہ کی مشیت سے اسلامی حکومت کے اُفق پر خیر القرون کے بعد کچھ اور عقیدے ابھرے۔ اعتزال، تجہم، اشعریت و ماتریدیت کے عقیدے نے امت میں بڑا اختلاف برپا کیا، علم یقینی اور ظنی، عرض و جوہر، حسن و قبح کی اصطلاحات سے لوگوں کے عقائد میں غلط چیزیں در آئیں۔

اللہ رب العزت کو پہلے مخلوق سے تشبیہ دی، پھر اپنے زعم میں تشبیہ سے بچنے کے لیے اللہ کریم کو تمام صفات سے معطل کر دیا۔ اسی قسم کے اور امور کو عقلی و یقینیات کا حکم دے کر عقیدہ اسلام کی واضح اور آلائشوں سے پاک شکل کو مسخ کر دیا۔ وہی عقیدہ جسے عہد نبوی اور عہد صحابہ میں جاہل سے جاہل بدوؤں نے سمجھا اور کوئی چیز انہیں شبہ کی نظر نہ آئی، فلسفہ کے پرستاروں نے شبہات وشکوک سے اس کے پاک چہرے کو بدنما کر کے رکھ دیا۔ درحقیقت وہی لوگ خیر القرون کہلانے کے مستحق تھے جو ہر چیز پر بلا شبہ وشک ایمان لے آئے تھے۔

علم توحید کا بعد کے لوگوں نے علم کلام نام رکھا، شاید اس وجہ سے کہ اس باب میں مختلف فرقوں کی طرف سے بہت قسم کی باتیں نکلیں، مناظرے اور مناقشے ہوئے، جبکہ عہد صحابہ میں اس میں «سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا» تھا کوئی کلام اور اختلاف نہ تھا۔ یقیناً کوئی غلط فکر جب جنم لیتا ہے تو اس کی تقلید میں عام لوگ پڑ ہی جاتے ہیں۔ علم سے موسوم لوگوں ہی نے غلط عقائد پھیلائے تو عوام نے ان کی تقلید کی۔ اسی طرح فقہ اصغر۔ یعنی احکام و معاملات میں تقلید کا رواج ہوا، اشخاص کی تقلید کو واجب کہا گیا۔ ائمہ اربعہ کے مذہب سے خروج کو عیب سمجھا جانے لگا۔ تقلید کو واجب کر کے مقلد علماء نصوصِ کتاب وسنت کی تاویل کی چھری بے دھڑک نصوص پر چلا کر اپنے امام کے قول کو ظاہر پر محمول کرتے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب تقلید شخصی کا دروازہ کھلا تو ہر باب میں الگ الگ بزرگوں کی تقلید کیجانے لگی ،عقیدے سے متعلق آپ نے دیکھا کہ اشعری ماتریدی وغیرہ کی تقلید کی جانے لگی۔ فقہ میں ائمہ اَربعہ کی یا خمسہ کی ،تزکیہ وسلوک کے بارے دوسرے لوگوں کی ،رفاعی ،قادری ،بدوی ،نقشبندی ،چشتی ،سہروردی وغیرہ یہ سب نسبتیں اسی تقلید ہی کی پیداوار ہیں۔

دنیا باقی ہے تو آگے اور کیا نسبتیں وجود میں آئیں گی اللہ ہی جانتا ہے۔ ایک ہی آدمی اپنے دین کو کئی حصوں میں بانٹ کر کئی نسبتوں سے منتسب ہوا جب کہ تکمیل دین کے وقت صرف ایک ہی انتساب تھا یعنی اسلام ہی کی طرف ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [1] ''اسی رب نے تمہارا مسلم نام رکھا ہے''لیکن ان تمام نسبتوں ہی کو دین سمجھا جانے لگا اور کہا جانے لگا کہ ہم ہی اکثریت میں ہیں۔ اکثریت اور جمہوریت کو معیار حق گردانا گیا ،جو اصل دین کا طالب علم داعی اور اس پر عامل ہے اس کو گمراہ کہا جانے لگا حالانکہ اکثریت حق کا شرعی معیار نہیں۔

[1] الحج : 78.

فصل ③

فروعی فقہ کی تقسیم

فقہ سے مراد یہاں فروعی مسائل ہیں، فقہ الاصول یا فقہ اکبر کے بارے میں یہ مسئلہ واضح ہے کہ اس کی دلیل کتاب وسنت ہی ہے، عقیدہ سے متعلق اجتہاد اور قیاس کو قبول نہ کیا جائے گا۔

اجماع اصطلاحی بھی یہاں مقبول نہیں۔ فروعی مسائل کی دلیل اگر کتاب وسنت میں ہے تو یہاں اجماع اور اجتہاد و قیاس کو علماء نے قبول نہیں کیا، کتاب وسنت کے نہ ہوتے ہوئے اجماع وقیاس واجتہاد کو قبول کیا گیا ہے۔ فروعی مسائل کی دلیلیں پانچ ہیں۔

①: کتاب اللہ عزوجل ②: سنت رسول ﷺ

③: اجماع صحابہ یا اجماع امت ④: اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

⑤: قیاس

کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول ﷺ یہی اصل دلیل ہیں۔ قیاس اور اجماع انہیں دونوں پر ہی ہوگا۔ اس لیے فقہ فروع کو ہم چند اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلی قسم:..... جس میں قرآن وسنت رسول ﷺ میں نص واضح آیا ہو۔ اس قسم کی فقہ میں اجتہاد وقیاس کو کوئی دخل نہیں نہ ہی کسی کے قول اور رائے کو قبول کیا جائے گا کیونکہ ہر ایک پر نص واضح کی اتباع واجب ہے۔

اگر کسی کو نص نہیں ملا۔ اجتہاد و قیاس سے فتویٰ دیا ہے بعد میں اسے نص ملا تو اس پر فرض ہے کہ اپنے فتویٰ سے رجوع کر کے نص کے مطابق فتویٰ دے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ

يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ ①

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق ہی نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو اسے لینے یا نہ لینے کا اختیار رہو۔''

دوسری قسم:..... یہ ہے جس میں کوئی خاص نص اور واضح دلیل کتاب وسنت سے نہیں ملی یا دلیل تھی لیکن عالم اور مفتی کو نہ مل سکی تو اس صورت میں اجتہاد سے فتویٰ دینا جائز ہوگا۔ اگر بعد میں دلیل کا ظہور ہوا تو مفتی اور مستفتی دونوں پر واجب ہے کہ دلیل کی پیروی کریں اور مخالف دلیل فتویٰ کو چھوڑ دیں۔

تیسری قسم:..... یہ ہے جس میں نص ہے لیکن اس کے معنی کی تعیین میں اشکال ہے یا کئی معانی کا محتمل ہے۔ اس قسم کے مسائل میں اجتہاد جائز یا واجب ہوگا کہ عام لوگوں کو حیران نہ چھوڑ کر عالم کسی ایک معنی کو ترجیح دے کر فتویٰ دے۔ بعض صورتوں میں یہ فتویٰ بھی دیا جاسکتا ہے کہ اس مسئلے کے دو رخ ہیں یا دو شکلیں ہیں کسی پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔

چوتھی قسم:..... یہ ہے جس میں مختلف نصوص ہیں جن کے معانی میں اختلاف ہے۔ اس قسم کی فقہ میں اجتہاد جائز ہوگا یا کہا جائے کہ واجب ہوگا کہ عالم اور مفتی نصوص کو اکٹھا کر کے معنی کشید کر کے فتویٰ دے یا بعض کو بعض پر ترجیح دے۔ اگر ان دونوں کا امکان نہیں تو توقف اختیار کرے۔

پانچویں قسم:..... یہ ہے کہ جس میں مسئلے کی دلیل نبی کریم ﷺ سے وارد ہے لیکن وہ دلیل صحیح سند سے وارد نہیں بلکہ اصطلاحاً وہ ضعیف ہے، اس صورت میں بعض ائمہ کی رائے کے بموجب ضعیف حدیث کے مطابق فتویٰ دے لیکن اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ بھی کر دے یا اجتہاد کر کے فتویٰ دے۔

اجتہاد کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ جس مسئلہ میں کوئی واضح دلیل نہ ہو تو عالم اور فقیہ شرعی حکم

① الاحزاب: 36.

کو معلوم کرنے کے لیے عام نصوص کو دیکھ کر پوری کوشش کر کے مسئلے کا استنباط کرے۔ اجتہاد کے شروط میں بہت کچھ اختلاف ہے اسے اصول کی کتابوں میں دیکھا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام فقہ کے اسی مذکورہ طریق پر رہے اور امت کو انارکی اور حیرانی میں نہیں چھوڑا۔ فتاویٰ دیتے رہے لیکن تاکید بھی کردی کہ میرا فتویٰ صحیح دلیل کے خلاف ہو تو چھوڑ کر صحیح دلیل کے مطابق عمل کرو۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میرے پاس ایک حنفی فقیہ آئے اور کہنے لگے کہ اپنا مذہب بدلنے کا ارادہ کر رہا ہوں، کیونکہ میرا مذہب بہت سے مسائل میں صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے بعض شافعی علماء سے مشورہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ تمہارے مذہب بدل دینے سے اصل مذہب تو نہیں بدلے گا۔ مذاہب کی ہیئت طے ہو چکی ہے تمارا رجوع بے فائدہ ہے۔ بعض صوفیہ نے مجھے مشورہ دیا کہ عجز و انکساری کے ساتھ اللہ سے دعا کروں اور ہدایت طلب کروں۔ اس مسئلے میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام ابن تیمیہ نے فرمایا: کہ مذہب کے تین حصے کر لیجئے۔

پہلی قسم:..... جس میں حق واضح ہو اور کتاب وسنت کے موافق ہو تو انشراح صدر سے اس کا فتویٰ دو۔

دوسری قسم:..... جس میں مسئلہ مرجوح ہو اور اس کے خلاف دلیل دوسرے مذہب میں ہو تو اپنے مذہب مرجوح کے مطابق فتویٰ نہ دو۔ راجح مذہب پر فتویٰ دو۔

تیسری قسم:..... جس میں دلائل مختلف ہوں اس سے مختلف مسئلے لیے جاسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں جس طرح طبیعت چاہے فتویٰ دو یا اسے نظر انداز کر دو۔ وہ حنفی عالم اس جواب سے مطمئن ہو گئے اور کہا: «جزاك الله خيرا»[1]

[1] اعلام الموقعين: 165/6، 166.

اس لیے عالم کو چاہیے کہ واضح دلیل کی صورت میں دلیل کی مخالفت کر کے کسی کی رائے کے مطابق فتویٰ دے کر گنہگار نہ بنے۔ البتہ اجتہاد کی جگہوں پر تمام ائمہ کے اقوال کو دیکھ کر کتاب وسنت سے قریب آسان مسئلے کا فتویٰ دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو جب دو چیزوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے سب سے آسان چیز اختیار فرماتے۔ ①

انہی مذکورہ اصول پر صحابہ کرام کے فتاوی اور فقہ کی بنیاد تھی۔ علقمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص نے مہر کی تعیین کے بغیر نکاح کیا اور دخول سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا تو اس عورت کے مہر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں اپنے اجتہاد سے کہہ رہا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے۔ میری رائے ہے کہ اس کا مہر اسی جیسی عورت کے مہر کی طرح لیا جائے نہ کم نہ بیش، اس عورت پر عدت وفات بھی ہے اور اسے متوفی کی میراث بھی ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی نے سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ کیا تھا وہی فیصلہ آپ نے بھی کیا ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ ②

عالم اور مفتی وارثِ رسول ﷺ ہے جس طرح نبی کریم ﷺ بغیر وحی کے اپنی طرف سے کوئی شرعی حکم بیان نہ فرماتے اسی طرح مفتی کو بھی چاہیے کہ وحی رسول جسے آپ ﷺ نے کتاب وسنت کی صورت میں امت کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ اسی کے ذریعے یا پھر ان دونوں پر قیاس یا اجماع کے ذریعہ ہی فتویٰ دے۔ جہالت پر مبنی فتویٰ سے گناہ بہت بڑا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے کہا: جس کسی نے کسی کو بلاعلم فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ ③

---

① صحيح بخاري، رقم: 3560، 702:6.　② مصنف عبد الرزاق: 294/6.

③ سنن الدارمي: 53/1- مستدرك الحاكم: 126/1.

اس معنی کی دوسری روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کی ہے۔ اسی طرح مستفتی (فتویٰ طلب کرنے والا) کے اوپر فرض ہے کہ دینی مسائل میں کسی کی رائے اور کسی مذہب پر فتویٰ طلب نہ کرے کیونکہ عوام کو حکم ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ①

''ذکر والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''

اور ذکر سے مراد قطعی طور پر قرآن وسنت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ ②

''ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا ہے تاکہ آپ توضیح فرمادیں اس کی جس کو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔''

یہی اتباع ہے۔ اور ہر عام آدمی اسی کا مکلّف ہے یہ تقلید نہیں۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس تقلید کی مذمت کی ہے وہ یہ ہے کہ جس کا قول حجت نہ ہو اس کے قول کو قبول کرنا۔ اس لیے جو شخص عالم بالکتاب والسنۃ سے شرعی دلیل و حجت کی بنا پر مسئلہ پوچھتا ہے وہ متبع کہا جائے گا مقلد نہیں کہا جائے گا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی شخص کسی کی تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لائے تو مقلد بھی ایمان لائے اور اگر کفر کرے تو مقلد بھی کفر کر جائے کیونکہ شر میں کسی کو اُسوہ بنانا جائز نہیں۔ ③

پھر ہمارے ائمہ اَربعہ وغیرہ نے بھی تقلید سے منع فرمایا ہے جس سے مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جن علماء کو دلیل پہچاننے کی طاقت ہے ان کے لیے تقلید جائز نہیں صحیح دلیل کی اتباع ہی واجب ہے۔

① الانبياء : 7 . ② النحل : 44 . ③ سنن الدارمی، رقم : 53 .

فصل ④

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصول فقہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفقہ جن اصول پر تھا، وہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اقوال صحابہ، مشورہ اور قیاس۔ اور یہ اصول کتاب وسنت ہی کے نصوص پر مبنی دلیلوں سے ماخوذ ہیں۔

اس سے پہلے عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اقوال گزر چکے ہیں، جن میں کتاب پھر سنت رسول ﷺ پھر صحابہ کرام کے فیصلے پر فیصلہ کرنے کی تلقین وتاکید ہے۔ آخر میں اجتہاد کی ہدایت اور اجازت ہے۔

اسی طرح ابوعبید القاسم بن سلام، دارمی، بیہقی، سب نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس کا حل کتاب اللہ میں پاتے تو فیصلہ کرتے۔ نہیں تو سنت رسول ﷺ میں ڈھونڈتے اگر اس میں حل ملتا تو اس کا فیصلہ کرتے۔ نہیں تو لوگوں سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس مسئلے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم اور فیصلہ معلوم ہے؟ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی کو حدیث رسول ﷺ کا علم ہوتا اور بتاتے تو اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی فیصلہ نہ ملتا تو اکابر صحابہ کو جمع کرکے ان سے مشورہ کرتے اگر وہ کسی چیز پر متفق ہوکر فیصلہ دیتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی کا فیصلہ فرماتے۔ [1]

شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ اس کے متعلق میں اپنی رائے سے کہہ رہا ہوں، اگر جواب درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔

کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے مرنے کے بعد ورثہ میں نہ والد کو چھوڑا ہو اور نہ کوئی

[1] اعلام الموقعین: 2/118.

اولاد چھوڑی ہو۔ جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے کہا: کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو رد کرتے ہوئے اللہ سے شرم آتی ہے۔ ①

اس کو شعبی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی، لیکن قصہ مشہور ہے۔ ②

عبداللہ بن أبی یزید کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے میں پوچھا جاتا تو آپ کو اگر وہ مسئلہ قرآن کریم میں مل جاتا تو اس سے جواب دیتے۔ نہیں تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مل جاتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ واقوال میں ملتا تو اسی سے جواب دیتے، ورنہ اپنے اجتہاد سے جواب دیتے۔ ③

یہی طریقہ تفقہ اور تعلم تابعین عظام کا بھی رہا۔ ابوسہیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے مسجد حرام میں تین دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا اور ساتھ میں ابن شہاب الزھری بھی تھے کہ اس کو اعتکاف کے ساتھ صوم بھی رکھنا ہے؟ زھری نے کہا کہ بغیر صوم کے اعتکاف نہیں ہوتا۔

اس پر عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے پوچھا: کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے؟ کہا کہ نہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے پوچھا: کہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ کہا: ''نہیں'' کہا عمر رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: ''نہیں'' کہا عثمان رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: ''نہیں'' تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس بی بی پر صوم لازم نہیں۔ وہاں سے نکلا تو طاؤس اور عطاء بن أبی رباح سے ملاقات ہوئی طاؤس نے کہا: کہ عبداللہ بن عباس کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس نے صوم کی نذر اعتکاف کے ساتھ نہیں مانی ہے تو پھر اس پر صوم واجب نہیں۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ یہی میری بھی رائے ہے۔ ④

① مصنف عبد الرزاق: 304/1- سنن الدارمی: 264/2.

② ابن القیم نے اعلام الموقعین میں اس کا ذکر کیا ہے، دیکھیں: 118/2.

③ سنن الدارمی: 55/1- الفقیه والمتفقه: 203/1. ④ سنن الدارمی: 54/1.

فصل ⑤

ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اصول فقہ

ائمہ اربعہ وغیرہم کی فقہ کی بنیاد ان اصول پر تھی:

① کتاب اللہ عزوجل ③ سنت رسول ﷺ

③ اجماع صحابہ یا غیر صحابہ

④ آثار صحابہ: اس میں خلفائے راشدین کے آثار کو مقدم کیا جائے گا

⑤ قیاس

ان اصول کو ہمارے ائمہ کرام نے کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی دلیلوں سے اخذ کیا ہے۔ اکثر علماء اصول عموماً صرف چار دلیلوں کا ذکر کرتے ہیں، آثار صحابہ کو اصول فقہ میں ذکر نہیں کرتے۔ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ آثار صحابہ سنت میں داخل ہیں تو بات معقول ہے۔ ورنہ ضروری ہے کہ آثار صحابہ کو بھی فقہ کے اصول وادلّہ میں ذکر کیا جائے۔ اس باب میں ائمہ کے فرمودات کا ذکر کیا جارہا ہے۔

①..... امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے ابن معین اور خطیب بغدادی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ: یحییٰ بن الضریس کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آپ ناراض کیوں ہیں؟ میں نے ان کو کہتے سنا ہے کہ میں کتاب اللہ سے مسئلہ لیتا ہوں، نہ ملے تو سنت رسول ﷺ سے لیتا ہوں، نہ ملے تو صحابہ کے اَقوال سے لیتا ہوں۔ ان کے اختلاف کی صورت میں جس کے قول کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں اسے لے لیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہ کے اقوال سے نہیں نکلتا ہوں۔

البتہ جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء بن أبی رباح اور سعید

بن مسیّب وغیرہ تابعین تک پہنچتا ہے تو جیسا انہوں نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کرتا ہوں ان کے اقوال کی پابندی نہیں کرتا۔ ①

حسن بن صالح کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ حدیث میں ناسخ اور منسوخ کو بڑی کدوکاوش سے تلاش کرتے۔ اگر ان کے نزدیک حدیث رسول یا آثار صحابہ صحیح ثابت ہوجاتے تو اسی پر عمل کرتے۔ وہ اہل کوفہ کی حدیث اور فقہ کے عالم تھے کوفہ کے لوگوں کے عمل کی شدید اتباع کرتے۔ کوفہ کے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے جو آخری فعل پہنچے ان کے حافظ تھے۔ کہا کرتے کہ کتاب اللہ میں کچھ چیزیں منسوخ ہیں اسی طرح حدیث میں بھی منسوخ ہیں۔ ②

آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ابوحمزہ السکری کہتے ہیں: کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ صحیح سند سے نبی کریم ﷺ سے حدیث ثابت ہو تو میں اسے لیتا ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مختلف اقوال میں کسی کو اختیار کرلیتا ہوں۔ تابعین کے اقوال کو چھوڑ کر میں انہی کی طرح اجتہاد کرتا ہوں اور ان کے قول سے نہیں نکلتا ہوں۔ ③

اس روایت میں اس طرح ہے: کہ تابعین کے اقوال کے بعد کہتے ہیں کہ انہی کی طرح اجتہاد کرتا ہوں اور ان کے قول سے نہیں نکلتا۔ لیکن اس سے پہلے کی روایت میں ہے کہ صحابہ کے اقوال سے نہیں نکلتا تابعین کی ہم سری کرتا ہوں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے جب نبی کریم ﷺ سے حدیث مل جائے تو وہ سرآنکھوں پر، صحابہ کے اقوال مل جائیں تو ان کے مختلف اقوال میں سے ہم کسی ایک کا اختیار کریں گے۔ تابعین کے اقوال سامنے آئیں تو ہم بھی انہی کی

① تاريخ ابن معين برواية الدورى: 4/63- تاريخ بغداد: 13/368- اخبار أبى حنيفه للصيمرى، ص: 10. ② اخبار ابوحنيفة للصيمرى، ص: 10.

③ الانتقاء لابن عبدالبر، ص: 144، 145.

طرح اجتہاد کریں گے۔ ①

②:..... اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول فقہ کو ثقات ائمہ نے نقل کیا ہے۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنتیں جاری فرمائیں، اور آپ کے بعد علماء و حکام نے کچھ سنتیں جاری کیں ان سب پر تمسک کتاب اللہ کی اتباع ہے۔ اور اللہ کی اطاعت کی تکمیل ہے۔ نیز دین کے لیے باعث قوت ہے کسی کو تغییر و تبدیل کا حق نہیں۔ نہ ہی ان کے خلاف کسی اور چیز کی طرف دیکھنا ہے۔ انہی سے ہدایت لینے والا ہدایت یاب ہے۔ جس نے ان سے مدد لی وہی غالب اور کامیاب ہے۔ جس نے ان سنتوں کو ترک کر دیا اس نے مومنوں کے راستے کے خلاف راستہ کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے اختیار پر چھوڑ دے گا۔ اور جہنم کے برے ٹھکانے میں اسے داخل کرے گا۔ ②

اسحاق بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ جب بھی کوئی بحث و مباحثہ کرنے والا آئے تو کیا ہم جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کو چھوڑ دیں گے۔ ③

لیث بن سعد رحمہ اللہ نے جو مکتوب امام مالک رحمہ اللہ کو بھیجا تھا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً اہل مدینہ کے صحابہ کرام کے آثار کو کس سختی اور جدوجہد سے تلاش کرتے اور ان کی اتباع کرتے۔ ④

مزید کہا: کہ میں ایک بشر ہی ہوں غلطی کرتا ہوں صحیح اور درست بھی کرتا ہوں تو جو چیز کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو موافق نہ ہو، اسے چھوڑ دو۔ ⑤

نیز فرمایا: نبی ﷺ کے بعد ہر ایک کی بات لی جائے گی اور چھوڑ بھی دی جائے گی سوائے

---

① المدخل الی السنن: 46/1 ۔ ② الحلیہ: 324/6 ۔

③ الحلیہ: 324/6 ۔ ④ اعلام الموقعین: 170/3 ۔

⑤ الاحکام فی اصول الاحکام: 146/6 ۔

نبی کریم ﷺ کے۔ کہ آپ کی کوئی بات رد نہ ہوگی۔ ①

③:..... امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اُصول کو خود اپنی تالیفات میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ نیز ثقات نے بھی بہت کچھ سنہرے اصول آپ سے نقل کئے ہیں۔

آپ کے اقوال دیگر ائمہ سے اصول اتباع وسنت کے بارے میں زیادہ منقول اس لیے بھی ہیں کہ آپ کے زمانے میں مذاہب اور اقوال علماء پر تعصب مزید ہو چکا تھا۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل کے زمانے میں بھی تعصّبات میں شدت آ چکی تھی اس لیے آپ سے بھی اس مسئلے میں اقوال کثرت سے منقول ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اصل الأصول قرآن وسنت ہے اگر دونوں میں مسائل کا حل نہ ملے تو انہیں دونوں پر قیاس کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح سند سے حدیث ثابت ہو تو وہی سنت ہے۔ اجماع، خبر یعنی حدیث وآثار صحابہ سے قوی ہے۔ حدیث کو اس کے ظاہر ہی پر محمول کرنا ہے۔ اگر کئی معانی کا اشتباہ ہو تو جو سب سے ظاہر معنی ہے اسی کو لیا جائے گا۔ اگر کئی احادیث میں اختلاف ہو تو جو سب سے صحیح سند سے ہے وہی راجح ہے۔ جس حدیث کی سند میں انقطاع ہے سوائے سعید بن مسیّب کی منقطع کے وہ ضعیف ہے۔ ②

نیز فرمایا: کسی کو بغیر علم کے کسی چیز کے بارے میں حلال وحرام کا فتویٰ دینا جائز نہیں اور علم کے مصادر کتاب وسنت اجماع اور قیاس ہیں۔

دوسرے مقام پر کہا کہ علم کے مصادر کتاب وسنت، اجماع، آثار اور بیان کردہ طریقے پر قیاس ہے۔ ③

پھر کہا: علم کے دو طریقے ہیں:

①:..... اتباع اور ②:..... استنباط

---

① مقدمه صفة صلاة النبي، ص: 49. ② الفقيه والمتفقه: 23/1.

③ الرسالة، ص: 84، 85.

اتباع یہ ہے: کہ کتاب اللہ پر عمل کیا جائے اگر مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول پر عمل ہو اگر سنت رسول میں نہ ملے تو سلف کے اقوال پر عمل ہو۔ ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں اللہ کی کتاب کی دلیل پر قیاس ہو،نہیں تو سنت کی دلیل پر قیاس ہو،نہیں ہے تو عام سلف کے متفق علیہ قول پر قیاس کیا جائے۔ تمام ادلّہ کے نہ ہونے کی صورت میں قیاس کے بغیر کہنا جائز نہیں۔

اور جن کے لیے قیاس کرنا جائز ہے، اگر ان میں قیاس و اجتہاد میں اختلاف ہو تو ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہے دوسرے کے اجتہاد پر اس کے لیے عمل کرنا جائز نہیں۔ ①

مزید فرمایا: حجت کتاب وسنت میں اور آثار صحابہ میں ہے۔ مسلمانوں کے قول یعنی اجماع میں ہے۔ اور نہیں تو مذکورہ حجتوں پر قیاس بھی حجت ہے۔ ②

نیز فرمایا: بات وہی قبول کی جائے گی جو کتاب وسنت یا صحابہ کرام سے ثابت شدہ آثار یا اجماع سے ہو۔ ③

نیز فرمایا: جو احکام کتاب وسنت میں ہوں ان کی اتباع نہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ بہر حال ان کی اتباع واجب ہے۔

اگر کتاب وسنت میں نہیں تو صحابہ کے اجماعی اقوال کو لیں گے۔ اگر اجماع نہیں ہے تو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی تقلید ہمارے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ④

مزید کہا: ائمہ کا طریقہ ہم نے یہ پایا کہ کوئی بات کہنی ہو تو لوگوں سے کتاب وسنت کا علم پوچھتے تھے۔ ان کی اپنی رائے کے خلاف اگر کسی مسئلہ کی خبر ملی تو کتاب وسنت کی خبر کو قبول کر لیتے۔ اپنے تقویٰ کی بنا پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیتے انکار نہ کرتے۔ اگر ہمیں ائمہ کی تحقیق نہ ملے تو صحابہ کرام کے اونچے مقام کی بنا پر ان کے قول کو لیں گے۔ ان کے بعد

① كتاب الأم: 153/1 .
② كتاب الأم: 31/2 .
③ كتاب الأم: 343/6 .
④ كتاب الأم: 265/7 .

کے لوگوں کی پیروی کی بجائے صحابہ کی پیروی افضل ہے۔ اور علم کے کئی درجات ہیں:

پہلا درجہ:...... کتاب وسنت صحیحہ کا ہے۔

دوسرا درجہ:...... اجماع کا ہے جہاں کتاب وسنت نہ ملے۔

تیسرا درجہ:...... کسی صحابی کے قول کا ہے اگر ان کا کوئی مخالف نہیں۔

چوتھا درجہ:...... صحابہ کے مختلف اقوال وآراء کا ہے۔

پانچواں درجہ:...... قیاس کا ہے بشرطیکہ ان مذکورہ درجات پر قیاس کیا گیا ہو۔

لیکن یاد رہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کو لینا جائز نہیں۔ اس کے باوجود امام شافعی رحمہ اللہ قیاس کو مجبوری اور اضطراری حالات میں استعمال فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اجماع سے فیصلہ کریں گے اس کے بعد قیاس سے۔ اجماع کی بہ نسبت قیاس بہت ہی ضعیف دلیل ہے مگر اضطراری حالات کے لیے ہے۔ خبر (حدیث) کی موجودگی میں قیاس کرنا حلال نہیں بعینہٖ تیمّم کی طرح کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم جائز نہیں۔ اسی طرح سنت رسول ﷺ کے بعد کی دلیلیں اسی وقت حجت ہونگی جبکہ سنت نہ پائی جائے۔ ①

ان اصول کی ترتیب میں آپ کے اور بہت سے اقوال آپ کی کتابوں اور آپ سے نقل کرنے والوں کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ②

④:...... اسی طرح ائمہ ثقات نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول نقل کیے اور وہ ان پر عمل کرتے رہے۔ اثرم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل کے منجملہ اور مسائل کے جنہیں ہم نے ان سے سنا ہے، انہیں دیکھا بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں کوئی حدیث ہوتی تو وہ کسی صحابی یا تابعی وغیرہ کی بات اس کے خلاف نہ لیتے۔ اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف

---

① الرسالة، ص: 559، 560.

② دیکھیں: آداب الشافعي و مناقبه لابن ابی حاتم۔ مناقب الشافعي للبيهقي۔ معرفة السنن والآثار للبيهقي۔ والفقيه والمتفقه للخطيب.

اقوال انہیں ملتے تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر قبول کرتے۔ اسی طرح اگر نبی ﷺ کی سنت نہ ملتی نہ ہی صحابہ کے اقوال ملتے تو تابعین کے اقوال میں سے کسی کا قول اختیار کرتے۔ عمرو بن شعیب اور ابراہیم ھجری کی حدیث کی طرح اگر حدیث میں کچھ ضعف بھی ہوتا تو اسے لے لیتے اگر اس سے قوی کوئی حدیث نہ ملتی۔ اسی طرح مرسل حدیث کے خلاف بھی کوئی حدیث نہ ملتی تو اسے قبول کرتے۔ ①

ابو محمد رزق اللہ تمیمی نے امام احمد کے اصول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا یہ کہنا تھا کہ احکام شرعیہ اور ان مسائل میں جن میں ظاہری علوم کا دخل نہیں دلیلوں کے پانچ اصول ہیں۔

پہلا اصل: ...... اللہ کی کتاب ہے۔ اور یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ②

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کیے بغیر نہیں چھوڑی۔''

دوسرا اصل: ...... رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ استدلالاً یہ آیت پڑھتے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾ ③

''اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ کے رسول ﷺ کی طرف آپ کی وفات کے بعد لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ «علیکم بسنتی» کی حدیث کی روایت بھی کرتے، اور یہ آیت پڑھتے:

﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ ④

''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔''

---

① الفقیه والمتفقه: ص 321/1.
② الانعام: 38.
③ النساء: 59.
④ الحشر: 7.

تیسرا اصل:..... کسی زمانہ کے علماء کا اجماع ہے اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک عالم نے بھی اختلاف کر دیا تو اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اجماع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بعض علماء سے کوئی قول مشہور ہو دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہو لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

پہلا درجہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے بعد کے لوگوں کو اس کے تابع رہنا ہے۔

چوتھا اصل:..... کسی ایک صحابی کا قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو۔ کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی ہو۔

پانچواں اصل:..... قیاس ہے۔

قیاس کی تعریف یہ ہے۔ کہ کسی مسئلے کا شرعی حکم ثابت ہو تو اسی جیسے دوسرے مسئلے پر بھی مشترک سبب کی بنا پر حکم لگانا اور اگر دونوں مسئلوں میں کوئی مشترک سبب نہ ہو تو قیاس جائز نہیں۔

امام رحمہ اللہ ایسے ہی قیاس کو جائز سمجھتے تھے پھر بھی قیاس کو دلیلوں کے درمیان مجبوری میں مردہ کا گوشت کھانے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمّم کی طرح جانتے تھے۔ [1]

ابن قیم رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے اصول کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے فتاویٰ کی بنیاد پانچ اصول وقواعد پر تھی:

پہلا قاعدہ:..... نصوص ہیں۔ نصوص کے مطابق فتویٰ دیتے اس کے خلاف کسی چیز کی طرف توجہ نہ دیتے۔ صحیح حدیث پر کسی کے قول، عمل، رائے، قیاس، صحابی کے قول اور نہ اس اجماع کے دعویٰ کو ترجیح دیتے جسے بہت سے علماء صحیح حدیث پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ اس قسم کے اجماع کا دعویٰ کرنے والے کو امام احمد جھٹلاتے تھے۔ اسے حدیث پر ترجیح دینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

---

[1] اصول مذهب الامام احمد ومشربه المطبوع بآخر طبقات الحنابلة لابن ابی یعلی: 283/2، 285.

دوسرا قاعدہ :..... صحابہ کے فتاوی ہیں اگر کسی صحابی کا فتویٰ جس کا صحابہ میں سے کوئی مخالف نہ ہوتا تو اس فتویٰ کو نہ چھوڑتے۔ آپ تورّع میں اس قسم کے قول کو اجماع نہ کہتے بلکہ اس طرح کہتے کہ مجھے اس فتویٰ کے مخالف فتویٰ کا علم نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ :..... یہ ہے کہ صحابہ کے اختلافی مسائل میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے لیکن صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے۔ اگر کسی قول کی ترجیح آپ کے نزدیک ظاہر نہ ہوتی تو بغیر ایک کے اختیار کئے تمام اقوال کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی بستی میں آدمی سے ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو کیا کرے؟ آپ نے کہا: کہ کتاب وسنت کی موافقت میں فتویٰ دے اور جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اس کا فتویٰ نہ دے۔ کہا گیا کہ اس صورت میں اس پر کوئی خوف نہیں؟ کہا نہیں۔

چوتھا قاعدہ :..... مرسل اور ضعیف حدیث سے استدلال لینا ہے۔ جبکہ اس موضوع میں کوئی دوسری حدیث اسے دفع نہ کرتی ہو۔ آپ نے اسی حدیث کو قیاس پر ترجیح دیا ہے۔ البتہ ضعیف سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے۔ اور نہ ایسی حدیث مراد ہے جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی ہو، جس سے مسئلہ لینا جائز نہ ہو، بلکہ ضعیف حدیث سے مراد حسن درجہ کی حدیث ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی قول صحابی یا اجماع اس کے خلاف نہ ہو آپ کے نزدیک ایسی ضعیف حدیث پر عمل قیاس پر عمل سے افضل ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: تمام ائمہ کرام اس رائے میں امام احمد کے موافق ہیں۔ اس کے بعد ابن قیم رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ، شافعی اور مالک رحمہم اللہ سے کئی ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جن میں انہوں نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔

پانچواں قاعدہ :..... اگر امام کے پاس کسی مسئلہ میں کتاب وسنت کا نص نہ ہو، نہ قول صحابہ یا قول صحابی اور نہ ہی مرسل اور ضعیف حدیث تو قیاس کو مجبوری کی صورت میں استعمال

فرماتے۔ ابوالحارث کی روایت میں امام نے کہا کہ رائے اور قیاس کی ضرورت نہیں، حدیث میں سب کچھ ہے۔ میمونی کی روایت میں آپ نے فرمایا: کہ فقہ سے متعلق بولنے والا مجمل اور قیاس سے دور رہے۔

یہ پانچ اصول وقواعد آپ کے فتاویٰ کے مدار اور بنیاد تھے۔ کبھی آپ فتویٰ سے توقف فرماتے۔ جب دلیلیں متعارض ہوتیں یا صحابہ کا اختلاف ہوتا یا مسئلے میں صحابی یا تابعی کا فتویٰ نہ پاتے یا جس مسئلے میں سلف کا کوئی اثر نہ پاتے تو اس میں فتویٰ کو سخت مکروہ جانتے اور فتویٰ دینے سے سختی سے منع فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے بعض شاگردوں سے فرمایا: جس مسئلے میں تم سے پہلے کسی امام نے فتویٰ نہ دیا ہو تو اس میں ہرگز نہ بولنا۔ ①

گزشتہ اوراق میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ ائمہ رحمہم اللہ ہمیشہ دلیل کے خلاف ہونے کی صورت میں اپنے قول کو چھوڑ دینے کی تاکید فرماتے تھے۔

یہ تھے ہمارے ائمہ رحمہم اللہ کے اصول فقہ۔ صحابہ کرام اور تمام سلف صالحین جب کوئی فتویٰ دیتے اور بعد میں سنت رسول ﷺ مل جاتی تو فوراً اپنی رائے سے رجوع کر کے سنت پر عمل کرتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں تمام صحابہ کرام سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اس کے باوجود جدہ کی میراث کی حدیث آپ پر مخفی رہی۔ جب حدیث ملی تو اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ②

اسی طرح طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ بزاخہ کے وفد نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر صلح طلب کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلا وطن کرنے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح دونوں میں اختیار دیا۔ انہوں نے کہا کہ جلا وطن کرنے والی جنگ تو ہم سمجھ گئے مگر رسوا کرنے والی صلح کا

① اعلام الموقعین: 29/1، 33.

② سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجه وغیرهم اسنادی طور پر ضعیف ہے۔ بحوالہ: اعلام الموقعین: 19/4.

مفہوم نہ سمجھ سکے۔ آپ نے کہا: تم سے تمہارے گھوڑے اور اسلحہ جنگ چھین لیے جائیں گے اور صرف کھیتی باڑی کے لیے اس وقت تک چھوڑ دیے جاؤ گے جب تک کوئی نئے حالات نہ سامنے آئیں۔ اسی طرح جو کچھ تم سے ہم نے پایا ہے وہ ہمارے لیے غنیمت ہوگی۔ اور ہم سے تمہیں جو کچھ ملا ہے تمہیں واپس کرنا ہوگا۔ نیز ہمارے مقتولین کی تمہیں دیت دینی ہوگی اور تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: آپ کی رائے کے بارے میں کچھ مشورہ ہے۔ آپ نے ان کے اسلحہ اور گھوڑوں کو چھین لینے کی بات بہت درست کہی، باقی باتیں بھی آپ نے درست کہیں۔ البتہ آپ کی یہ رائے کہ وہ ہمارے مقتولین کی دیت دیں یہ بات صحیح نہیں، ہمارے مقتولین اللہ کے حکم سے جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ سب نے عمر رضی اللہ عنہ کی بات کی تصویب کی۔

عمر اور عمار رضی اللہ عنہما کے سفر کا قصہ جس میں وہ جنبی ہوگئے گزر چکا ہے جس میں حضرت عمر کے بھول جانے کا ذکر ہے اور یاد دہانی پر اس کو قبول کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کئی ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاکر اپنی رائے سے رجوع کرلیا تھا۔ ①

ابن قیم نے بھی کئی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث پاکر اپنے قول سے رجوع کرلیا ہے۔ ②

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے موطأ میں بلاغاً ذکر کیا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا آپ نے اسکو رجم کرنے کا حکم دیا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر رجم نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ بچے کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے (ڈھائی سال) میں ہے۔ نیز فرمایا: ﴿وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ بچے کا دودھ دو سال میں چھڑانا

① الرسالة، ص: 423، 425.
② اعلام الموقعين: 19/4، 20.

ہے۔اسی طرح فرمایا ﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ﴾ ''مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں''اس لیے رضاعت کی مدت 24 مہینے اور حمل کی مدت چھ مہینے ہے۔ ①

یہی روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند سے آئی ہے۔ ②

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ ہے۔شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ابوموسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا: کہ ایک آدمی جنبی ہوا ،ایک ماہ تک اسے غسل کا پانی نہ ملے تو کیا کرے آپ کی کیا رائے ہے؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا: اسے تیمم کی اجازت نہیں، ابوموسیٰ نے کہا کہ تو پھر اس آیت کا کیا معنی ہے؟

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا﴾

''اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر رخصت دے دی جائے تو پانی ٹھنڈا ہونے کی صورت میں بھی لوگ تیمّم کرنا شروع کردیں گے۔ ③

خطیب بغدادی نے باب کا ذکر کیا ہے: «ذِكْرُ مَا رُوِيَ مِنْ رُجُوْعِ الصَّحَابَةِ عَنْ آرَائِهِمُ الَّتِيْ رَأَوْهَا اِلَى اَحَادِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا سَمِعُوْهَا وَوَعُوْهَا.»

''ان مسائل کا ذکر ہے جن میں صحابہ نے اپنے آراء سے رجوع کرکے حدیث رسول ﷺ پر عمل کیا ہے۔''

اس کے بعد عمر، ابی بن کعب ،ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے رجوع کے واقعات نقل کئے ہیں۔ ④

---

① الموطأ: 825/2 . ② مصنف عبد الرزاق: 315/7 .

③ صحيح مسلم: 280/1 ، حديث نمبر :3861 .

④ الفقيه والمتفقه: 138/1 ، 141 .

اسی طرح ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی خاص ایک فصل کا ذکر کیا ہے جس میں صحابہ کے سنت رسول نہ ملنے کا ذکر کیا ہے، پھر ابوبکر، عمر، عثمان، ابوموسیٰ، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے واقعات کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ یہ بڑا وسیع باب ہے۔ اگر اس کا تتبع کیا جائے تو بڑی کتاب مرتب ہو جائے۔ اس لیے ہم مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا جس طرح امت کے سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سی سنتیں مخفی رہی تھیں تو کیا جن ائمہ کی تم تقلید کرتے ہو ان سے کچھ سنتیں نہیں چھپ سکتی ہیں؟ اگر کہیں کہ: ''نہیں'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو مخفی رہیں لیکن ائمہ سے مخفی نہ رہیں تو یہ لوگ غلو کی حد کو پار کر کے ائمہ کے لیے عصمت کا دعویٰ کر گئے۔ اور اگر کہیں کہ ممکن ہے کہ ائمہ کے اوپر بھی بہت سی سنتیں مخفی رہ گئی ہوں۔ تو پھر ہم تمہیں اس ذات کا حوالہ دے کر پوچھتے ہیں جو ہر بولنے والے کی زبان اور دل کے قریب ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اگر امام پر مخفی رہا تو پھر تمہارے لیے کوئی اختیار یا عذر اس کے قبول نہ کرنے میں رہ جاتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس پر عمل کو واجب کہو گے؟ صحیح جواب تیار کر رکھو۔

امام مالک رحمہ اللہ کا واقعہ بھی ذکر ہو چکا ہے۔ عبد اللہ بن وہب کہتے ہیں کہ امام مالک سے کسی نے وضو میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے متعلق سوال کیا، آپ نے جواب دیا: کہ یہ چیز لوگوں پر واجب نہیں۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو میں نے کہا: کہ آپ کو انگلیوں کے خلال سے متعلق فتویٰ دیتے سنا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے۔ تو میرے پاس اس مسئلے میں ایک سنت ہے۔ پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خنصر کی انگلی سے دونوں پیر کی انگلیوں کا خلال کرتے دیکھا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے واضح طور پر کہا کہ یہ تو حسن حدیث ہے، اس سے پہلے میں نے اس کو کبھی نہ سنا تھا۔ عبد اللہ بن وہب کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے سنا، جب ان سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا حکم دیتے۔ [1]

[1] مقدمه الجرح والتعديل، ص: 30-31- السنن الكبرىٰ: 76/1، 77.

امام شافعی رحمہ اللہ کی تالیفات میں متعدد جگہوں پر یہ بات ملتی ہے کہ کئی مسائل کے بارے میں آپ نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو میں اس کے مطابق فتویٰ دیتا۔

امام شافعی کہتے ہیں: کہ غسل جنابت کے علاوہ فرض غسل اور کوئی نہیں جانتا ہوں کہ جس کے بغیر صلاۃ کافی نہ ہو۔ غسل جنابت کے بعد سب سے اہم غسل میت کو غسل دینے کے بعد کا غسل ہے۔ میں اس کو کسی حالت میں چھوڑنا پسند نہیں کرتا ہوں اور نہ غسل کے بعد وضو کرنے کو چھوڑنا پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر غسل جمعہ اہم ہے۔ غسل میت سے غسل کو واجب کہنے میں مانع یہ ہے کہ جس حدیث میں غسل میت سے غسل کا وجوب ثابت ہوتا ہے، اس کی اسناد میں ایک راوی ہے، آج تک اس کی ثقاہت مجھے معلوم نہیں ہوسکی۔ اگر کوئی مجھے اس حدیث کی سند کا قائل کردے تو میں غسل اور وضو دونوں کو واجب کہوں گا کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ہی حدیث میں ہے۔ ①

حجامت (سینگی، پچھنے لگوانے) سے صوم کے فاسد ہونے کے متعلق فرماتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صائم اگر حجامت کرتا ہے تو اس سے صوم (روزے) میں کوئی خلل نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حالت صوم میں حجامت کراتے تھے۔

ہشام بن عروہ بن زبیر نے کہا: کہ میرے والد عروہ نے اپنے والد کو حالت صوم میں حجامت کراتے ہوئے نہیں دیکھا، اور یہی بہت سے فقہاء کا قول ہے۔

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ پچھنے لگانے والا اور پچھنا لگوانے والا دونوں کا صوم جاتا رہا۔ اسی طرح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حالت صوم میں پچھنا لگوایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ ان دو حدیثوں میں سے کسی کا صحیح ہونا مجھے معلوم نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ثابت ہو جاتی تو اسی کے مطابق فتویٰ دیتا اور نبی کریم ﷺ کے قول میں حجت ثابت ہوجاتی۔ ②

---

① كتاب الأم: 38/1.
② كتاب الأم: 23/2.

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ امام شافعی بلکہ دوسرے ائمہ رحمہم اللہ کو اگر صحابہ کرام سے کوئی اثر مل جاتا تو اس سے آگے نہ بڑھتے۔ امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے زلزلہ آنے پر صلاۃ آیات پڑھی جس میں ایک رکعت میں چھ رکوع اور چار سجدے کئے کبھی ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر کہتے ہیں: کہ اس اثر کے مطابق ہمارا قول نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آیات میں کسوف شمس وقمر کے علاوہ کسی میں صلاۃ نہ پڑھی جائے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثابت ہوتی تو میں اسی کے مطابق فتویٰ دیتا۔ ①

امام شافعی امام مالک سے نقل فرماتے ہیں: کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام کے وقت رمضان میں غروب آفتاب سے پہلے چاند دیکھا گیا، پھر بھی عثمان رضی اللہ عنہ نے غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کیا۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ یہی بات ہم بھی کہتے ہیں اگر غروب آفتاب کے بعد رات میں چاند نہ دیکھا گیا اور نہ ہی لوگوں نے اس طرح دیکھنے کی گواہی دی تو دن میں زوال سے پہلے یا زوال کے بعد چاند دیکھنے سے لوگ صوم کو نہ توڑیں کیونکہ وہ آنے والی رات کا ہلال ہے نہ کہ گزشتہ کا۔ اور بعض لوگوں نے ہماری موافقت کی۔ اس صورت میں کہ جب چاند زوال کے بعد دیکھا گیا ہو اور اگر زوال سے پہلے دیکھا گیا ہو تو صوم سے افطار کریں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے اس بارے میں اثر کی اتباع کی ہے، قیاس پر عمل نہیں کیا۔ ہم نے کہا اثر قیاس پر مقدم ہے اگر اثر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اسی کو لینا حق ہے۔ ②

مستدرک حاکم میں ہے، کہتے ہیں کہ: میں نے حافظ ابو عبداللہ محمد بن یعقوب سے سنا ہے۔ انہوں نے کہا: کہ میں نے حسن بن سفیان کو کہتے سنا ہے کہ حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سنا ہے کہ بروع بنت واشق کی حدیث صحیح ہوتی تو میں اسی کے مطابق فتویٰ دیتا۔ اس پر ابو عبداللہ نے کہا: کہ اگر امام شافعی کے پاس میں حاضر ہوتا تو

① كتاب الأم: 168/7 .
② كتاب الأم: 95/2 .

بھری مجلس میں ان سے کہتا کہ حدیث صحیح ہے اس کے مطابق فتویٰ دو۔ ①

اسی طرح تمام ائمہ کہہ گئے ہیں کہ اگر حدیث صحیح ہو تو میں اسی کے مطابق کہوں اور یہی ہر مسلمان پر فرض بھی ہے۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں ان الفاظ میں باب کا ذکر کر رہے ہیں:

«بَابُ مُرُوْرِ الْهِرِّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّيْ اِنْ صَحَّ الْخَبَرُ سَنَدًا فَاِنَّهُ فِيْ الْقَلْبِ مِنْ رَفْعِهِ»

''مصلی کے آگے سے بلی کے گزرنے کا بیان، اگر حدیث صحیح سند سے ثابت ہو، کیونکہ اس کے مرفوع ہونے میں شبہ ہے۔''

مزید کہا:

«بَابُ اِسْتِحْبَابِ قِرَاءَةِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالزُّمَرِ كُلَّ لَيْلَةٍ اِسْتِنَانًا بِالنَّبِيِّ ﷺ اِنْ كَانَ أَبُوْلُبَابَةَ هٰذَا يَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهِ فَاِنِّيْ لَاأَعْرِفُهُ بِعَدَالَةٍ وَلَا جَرْحٍ.» ②

''سورۃ بنی اسرائیل اور زمر کے ہر رات کو نبی ﷺ کی اتباع میں پڑھنے کا بیان ہے۔ اگر ابولبابہ کی روایت سے حجت لینا جائز ہو، کیونکہ میں اسے جرح و تعدیل سے نہیں جانتا۔'' (یعنی میرے نزدیک مجہول ہے)

کہا:

«''بَابُ صَلَاةِ التَّسْبِيْحِ'' اِنْ صَحَّ الْخَبَرُ فَاِنَّ فِيْ الْقَلْبِ مِنْ هٰذَا الْاِسْنَادِ شَيْئٌ.» ③

''صلاۃ التسبیح کا بیان اگر حدیث صحیح ہو کیونکہ اس کے اسناد کے متعلق دل میں شبہ ہے۔''

کتاب التوحید میں ہے:

① المستدرك: 180/2 .
② صحيح ابن خزيمه: 20/2 .
③ صحيح ابن خزيمه: 223/2 .

«باب ذكر البيان ان الصديقين يتلون النبي ﷺ في الشفاعة يوم القيامة، ثم سائر الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين يتلون الصديقين، ثم الشهداء يتلون الأنبياء إن صح الحديث.»[1]

''اس چیز کا بیان کہ صدیقین نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت کے دن سفارش کریں گے، اس کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام پھر شہداء انبیاء کرام کے بعد شفاعت کریں گے، اگر حدیث صحیح ہے۔''

ابن خزیمہ کی کتابوں میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن کو جمع کیا جائے تو مستقل ایک تالیف بن سکتی ہے۔ اگر ان روایات کی متابعات اور شواہد کے ذریعہ تحقیق کی جائے تو ایک اچھا علمی کام ہوگا۔

اسی طرح صحابہ، تابعین نیز ائمہ کرام کے تفقہ کا یہی طریقہ تھا۔ دلیل صحیح کا تتبع اور پھر اس کی اتباع کرنا۔ اس کے بعد حالات بدلے زمانے کے ساتھ تقلید کی بیماری پھیلی یہاں تک کہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہوگیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کی تقلید ضروری ہے۔ جو دلیل سے مسئلہ لینے کی دعوت دیتا تو فقہاء مذاہب مل کر اس پر حملہ کرتے۔

ابو شامہ مقدسی رحمہ اللہ نے فقہ صحابہ اور غیر واقع شدہ مسائل پر کلام سے اجتناب کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ: اس کے بعد حوادث اور مسائل کی کثرت ہوئی جن میں صحابہ تابعین و اتباع تابعین نے فتاوے دیے، ان کے فتاوی محفوظ ہوئے، کتابوں میں ان کی تدوین ہوئی بعد کے فقہاء اور ائمہ تک پہنچے۔ ان پر انہوں نے تفریع کی قیاس اُور اجتہاد کیا۔ دوسرے مسائل کو علۃ جامعہ کی بنا پر ان کا حکم دیا۔ مسائل فقہ کی مزید کثرت ہوئی، نیز اختلاف بھی زیادہ ہوا۔ «اِخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ.»[2]

---

[1] كتاب التوحيد واثبات صفات الرب عزوجل، ص: 310.

[2] یہ مقولہ ایک موضوع حدیث سے ماخوذ ہے، اس سے دلیل لینا صحیح نہیں۔

''یعنی امت محمدیہ کا اختلاف امت کے لیے رحمت ہے۔''

کیونکہ قرآن اور سنت کے نصوص کئی وجوہ کے متحمل ہو سکتے ہیں، عربی زبان وسیع ہے ہر قول کی دلیل کسی نہ کسی طرح ان میں مل سکتی ہے۔ علم فقہ مکرم و معظم رہا، ائمہ کرام کتاب و سنت پر اعتماد کر کے اسے ایک دوسرے سے سیکھتے رہے، سلف میں سے کسی خاص شخص کی تقلید نہ کر کے ان کے فہم سے مدد لیتے رہے، کیونکہ ہمارے امام شافعی اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کرتے تھے۔ وہ زمانے مجتہدین کے وجود سے بارونق اور پرنور تھے، اپنے اجتہاد کے مطابق ہر ایک نے تصنیف کی، کتاب وسنت کی روشنی میں بعض ائمہ نے بعض پر تنقید اور تردید بھی کی، ائمہ امت سلف کے مختلف اقوال کو ترجیح دیتے۔ اسی طرح زمانہ گزرتا گیا، یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ مذاہب مدونہ کی ایک مستقل شکل ثابت ہوگئی۔ بعد میں صرف چار مذاہب مشہور ہوئے باقی مذاہب کو چھوڑ دیا گیا۔ ائمہ کے متعلق ان کی ہمتوں میں فتور آیا۔ « الا ماشاء اللہ» تقلید پر جم گئے متقدمین ائمہ کی طرح کتاب وسنت کو دیکھ کر استنباط کو ترک کر دیا، بلکہ اپنے ائمہ کے اقوال کو کتاب وسنت کا درجہ دے کر انہیں قبول کر لیا۔

اس طرح کہ ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ انہی اقوال پر مسائل کی تفریع اور استنباط کرنے لگے انہی میں ان کی نظریں محدود ہوگئیں، کتاب وسنت کے علوم سے پیٹھ پھیر لی۔ مجتہدین کا وجود نہ رہا، مقلدین غالب ہوگئے۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ جو شخص اجتہاد کی کوشش اور قصد کرتا اس سے تعجب کرتے، اسے حقیر سمجھتے۔ مذاہب میں یہ تعصب بڑھتا گیا لوگوں سے انصاف جاتا رہا۔ ایک دوسرے کے عیب ڈھونڈنے لگے، دشمنی کے بچھو چلنے لگے، عجیب وغریب واقعات کا ظہور ہوا، بالآخر انجام یہ ہوا کہ ان میں سے کسی کے سامنے اس کے مذہب کے خلاف کتاب وسنت کی دلیل پیش کی جاتی تو مذہب کی تائید کی غرض سے اس کی دوراز کار تاویلیں کرنے لگتا، کتاب وسنت کی دلیل سے اعراض کیا جس کا قبول کرنا ان پر واجب تھا۔

اگر وہ دلیل ان کے امام کو مل جاتی تو اس دلیل کی تعظیم کرتے ہوئے قبول کرتے، اگر ایسی دلیل کا معارض کوئی دلیل نہ ہوتی تو اسی کے مطابق فتویٰ دیتے۔ پھر زبوں حالی اس حد تک پہنچی کہ بہت سے فقہاء قرآن وسنت سے اشتغال جائز نہ سمجھتے اور جو ان دونوں میں اپنی جدوجہد کرتا اسے معیوب سمجھتے، اور آراء مذاہب سے استدلال اور اس پر بحث ومباحثہ ہی پر مداومت کو ترجیح دیتے۔

مجلسوں پر مجلسیں برخاست ہوتیں ان میں نہ ایک آیت کا ذکر ہوتا اور نہ ایک حدیث کی روایت سننے میں آتی۔ اگر کسی حدیث کا ذکر بھی آتا تو پوری مجلس میں کوئی ایسا نہ ہوتا جسے صحیح اور ضعیف کی شد بود ہوتی نہ اس کا معنیٰ سمجھتے اور نہ اس کو صحیح طریقے سے ادا کر پاتے۔ ہر ایک کا مقصد یہی ہوتا کہ اپنے مخالف پر غالب ہو کر اس کے قول کو باطل قرار دے دیا جائے۔

اختلافی مسائل میں ان سے انصاف رخصت ہوگیا خصوصاً جبکہ ان کے لیے اوقاف مقرر کر دئے گئے۔ (ابو شامہ اشارہ کرتے ہیں اس چیز کی طرف کہ حکومتوں نے علماء مذاہب کے لیے اوقاف مقرر کر رکھے تھے جن سے ان کی تنخواہیں مل رہی تھیں مذہب سے نکلتے تو تنخواہیں نہ ملتیں۔)

پھر کچھ ایسے لوگ ابھرے جو فلسفہ اور منطق کے دلدادہ تھے، اہل مذاہب جس طرح اپنے مذاہب کے دلدادہ تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ انہی اشکال منطقیہ پر ہی اکتفاء کر کے علم حاصل کریں، علم مذاہب سے شغل رکھنے والوں کو احمق کہا کرتے۔ یقیناً یہ سب شیطان کے وسوسے ہیں۔ اس مصیبت سے، اس بری تقدیر سے اور وقت کے ضیاع سے اللہ کی پناہ۔

کچھ دوسرے لوگ بھی ظاہر ہوئے جنہوں نے فقہاء کا لبادہ اوڑھ کر محض مناظرہ کرنے والوں کے درمیان بیٹھ کر شور وغل مچانے پر ہی قناعت کر لی۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں تنخواہیں مل رہی ہیں، اپنے کو کیوں تھکائیں۔ ①

---

① خطبہ الکتاب المؤمل، ص: 99-102.

میرا کہنا یہ ہے کہ جس انسان کو اللہ نے عقل سے نواز کر توفیق دی کہ ایک زمانہ تک اس نے حصول علم میں وقت لگایا اور اللہ نے اس کو علم کا وافر حصہ دیا۔ اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول ﷺ کو سمجھنے کی نعمت سے نوازا۔ اقوال ائمہ کو سمجھنے اور ان میں راجح و مرجوح کو دیکھ کر ان اقوال میں سے حق کو نکالنے کی توفیق و اہلیت بخشی۔ اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے کہ کفران نعمت نہ کرے۔ احساس کمتری میں اپنے کو مبتلا کر کے اپنے کو ذلیل نہ کرے کہ بغیر دلیل کے کسی ایک کی تقلید میں زندگی گزارے۔

اسی طرح اس انسان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے کہ اللہ کے ساتھ شوخی کر کے بغیر واضح دلیل کے فتویٰ دے اور اپنے دین اور عاقبت کو برباد کرے۔

فصل ⑥

طلب فتویٰ اور فتویٰ

فتویٰ کی تعریف یہ ہے کہ سائل کے لیے دلیل شرعی کی روشنی میں حکم شرعی کی توضیح کرنا۔ ①

فتویٰ طلب کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جسے کسی مسئلے کی ضرورت پڑے اور وہ خود مسئلے کا عالم نہ ہو۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ②

''کتاب وسنت کے علم والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''

اور نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق بھی نہ جاننے والے پر سوال اور طلب علم واجب ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے ہم میں سے ایک شخص کے سر پر زخم ہو گیا۔ انہیں احتلام ہوا تو ساتھیوں سے پوچھا کہ: کیا میں تیمّم کر سکتا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ:

«مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ.»

''پانی کے ہوتے ہوئے تمہارے لیے تیمّم کی رخصت نہیں۔''

انہوں نے غسل کر لیا، اور ان کی موت آ گئی۔ جب واپس آ کر ہم نے نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اللہ ان کو قتل کرے۔

«أَلَا سَأَلُوْا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ.»

''نہیں جانتے تھے تو کیوں پوچھا نہیں؟ نادانی کے مرض کی شفا سوال اور پوچھنے

① شرح منتهى الارادات: 456/3 . ② الانبياء: 7 .

میں ہے۔''[1]

اسی طرح فتویٰ کا حکم فرض کفایہ کا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں جو امت کے مسائل میں فتویٰ دے سکیں۔ اللہ رب العزت کا حکم ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○﴾[2]

''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ○﴾[3]

''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا، اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے۔''

---

[1] سنن ابو داؤد، رقم: 336، سنن ابن ماجہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت آئی ہے۔

[2] التوبۃ: 122.

[3] آل عمران: 187.

فتویٰ کا معاملہ بڑا خطرناک ہے اگر مفتی اس کا حق نہ ادا کرے تو ہلاکت کا پیش خیمہ بنے گا۔ کیونکہ مفتی اللہ کی نیابت کر کے اللہ کی طرف سے دستخط کرتا ہے۔

محمد بن المنکدر کا کہنا ہے کہ: عالم کا مقام اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ہے تو جان لے کہ کیسے ان میں داخل ہو۔ ①

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ ②

''اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال و حرام نہ کہو! نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ پر افتراء کرو گے بیشک جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔''

ابن الصلاح کہتے ہیں کہ: اس آیت کے معنی میں وہ شخص بھی شامل ہے جو صحیح فتویٰ سے ہٹ کر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہتا ہے۔ ③

① سنن الدارمی: 52/1- کتاب الفتویٰ لابن الصلاح، ص: 65.

② النحل: 116.

③ کتاب الفتویٰ لابن الصلاح، ص: 84.

فصل 7

طالب فتویٰ کا فرض

ہر مسلمان پر دنیا و دین کے تمام معاملات میں حق کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ دنیاوی معاملات میں اگر کسی چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ لغو اور باطل ہے تو ایک مسلمان کو لغو اور باطل سے پرہیز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ذکر کی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾ ①

''جو لغویات سے دور رہتے ہیں۔''

بنا بریں ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جب دین کا کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو تو جہاں وہ رہتا ہے اس جگہ کے مفتی سے مسئلہ پوچھے لیکن معلومات کر لے کہ کون اس جگہ پر سب سے بڑا عالم ہے۔ یہ بھی واجب ہے کہ جہاں مختلف افکار اور طریقہ کار کے لوگ ہوں، جیسے کہ اس زمانے میں بہت سے مکاتب فکر ہیں، کئی جماعتیں ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں تو ایسی حالت میں ایسے عالم کی تلاش کرے، جس کے بارے میں لوگ گواہی دیتے ہوں کہ یہ مفتی کتاب و سنت اور آثار کا علم رکھتا اور انہی کی روشنی میں فتویٰ دیتا ہے۔ دین میں کسی خاص شخص کی تقلید نہ کرے۔

جس طرح عہد صحابہ و تابعین میں جب اختلاف نے سر اٹھایا اور امت کے درمیان غلط افکار کا انتشار ہونے لگا تو لوگ شیعہ خوارج اور نواصب سے فتویٰ پوچھتے نہ انہیں اس لائق سمجھتے۔ بلکہ ان کے ذکر کے موقع پر ان کی بدعت کی نشاندہی کر کے لوگوں کو ان کے افکار سے

① المومنون : 3 .

راتے اور دور رہنے کی تلقین کرتے۔ قیام اللیل میں نبی ﷺ کی یہ دعا تھی:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، إِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ ،إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.»[1]

''اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں و زمینوں کو پیدا کرنے والے، کھلی اور چھپی چیز کو جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کے اختلاف میں فیصلہ کرنے والا ہے، جس چیز میں اختلاف ہو تو مجھے اپنے حکم سے حق کی ہدایت دے۔ تو ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔''

اس لیے متبع رسول ﷺ کے اوپر واجب ہے کہ حق ہی کی تلاش کرے، مسائل شرعیہ میں حق مسئلہ وہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہو۔ لوگوں کے آراء اور بے بنیاد قیاسات میں حق نہ ملے گا۔ اس لیے مستفتی (طالب فتویٰ) پر واجب ہے کہ:

①:..... ان علماء ہی سے فتویٰ پوچھے جو لوگوں میں صحیح علم یعنی کتاب وسنت کے علم کے عالم مشہور ہوں۔ کیونکہ کتاب وسنت ہی میں ہدایت ہے اور اسی کو نبی کریم ﷺ امت کے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔

«تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ.»[2]

''میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔''

②:..... یہ بھی واجب ہے کہ مستفتی کسی خاص مذہب پر فتویٰ ہرگز نہ پوچھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کسی کے مذہب کا پابند نہیں بنایا بلکہ تقلید سے منع فرمایا ہے۔

① صحيح مسلم، رقم: 1847 . ② صحيح الجامع الصغير، رقم: 2934 .

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''ایک مسلمان کے سامنے جب کوئی مسئلہ آ جائے تو اسی شخص سے فتویٰ دریافت کرے جس کے بارے میں لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی شریعت ہی سے فتویٰ دیتا ہے۔ وہ مفتی کسی بھی مذہب کی طرف اپنا انتساب کرتا ہو۔ کسی مسلمان پر علماء میں سے کسی ایک کے ہر قول کی تقلید واجب نہیں، اور نہ ہی کسی پر رسول ﷺ کے مذہب کے علاوہ کسی شخص کے مذہب کا التزام واجب ہے۔ صرف نبی کریم ﷺ ہی جو واجب کریں اور جس کی خبر دیں ان سب کا التزام ہر مسلمان پر ضروری ہے۔''[1]

مزید کہا ہے: کہ مستفتی کا مفتی کی تقلید کے متعلق حق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک کسی کے اوپر ذات رسول ﷺ کے علاوہ کسی معین شخص کے حلال وحرام سے متعلق ہر قول کا التزام نہ واجب ہے اور نہ ہی مشروع۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ جن علماء کے درمیان ہو ان میں سے اعلم اور اورع کی تقلید کرے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ اسے اختیار ہے جس کسی مفتی سے فتویٰ لے۔ اگر مستفتی (طالب فتویٰ) کو اقوال کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے کی استطاعت ہے تو وہ مطلق اختیار سے افضل ہے کہ ترجیح دے کر مسئلہ لے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب تک وہ اہل اجتہاد میں سے نہ ہو اسے اقوال میں اجتہاد کا حق نہیں اور یہی صحت کے قریب ہے۔ مستفتی کو اگر خود اس کے اپنے جدو جہد سے راجح دلیل معلوم ہو جائے یا اس وجہ سے کہ فلاں مفتی اعلم اور ادرع ہے اس کے قول کو راجح سمجھے تو اسے اختیار اور ترجیح کا حق ہے اگرچہ اس کا قول اس کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''[2]

اصبہانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

''کتاب وسنت کے معانی کو نہ جاننے والے کا یہ کام ہے کہ جب اس کو کوئی مسئلہ آ پہنچے تو

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ: 209/20 .
[2] مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ: 168/33 .

عالم بالکتاب والسنۃ کو ڈھونڈھ کر اس سے اللہ اور رسول کا حکم پوچھے۔ جب اس قسم کا عالم اللہ اور رسول ﷺ کا حکم بتائے تو اتباع کتاب وسنت کی نیت سے عالم کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر عمل کرے۔ اس طرح عمل کرنے سے وہ مقلد نہ ہوگا اگرچہ دلیل کو نہ بھی سمجھتا ہو کیونکہ اسے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس عالم کا فتویٰ کتاب وسنت کے مطابق نہیں تو اسے چھوڑ کر بغیر تعصب کے کتاب وسنت کی طرف لوٹ جائے گا۔

بر خلاف مقلد کے کہ وہ اللہ ورسول کا حکم نہیں پوچھتا ہے بلکہ وہ تو اپنے امام کا مذہب پوچھتا ہے۔ مقلد کے سامنے اگر یہ واضح بھی ہو جائے کہ اس کے امام کا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول کے خلاف ہے تو وہ کتاب اللہ وسنت کی طرف رجوع نہ کرے گا۔ لیکن متبع کسی اور کی رائے اور مذہب نہیں طلب کرتا ہے بلکہ اللہ اور رسول کا حکم ڈھونڈتا ہے۔

پھر جب اسے کوئی دوسرا مسئلہ درپیش ہوا تو اس پر لازم نہیں کہ پہلے ہی عالم سے دریافت کرے بلکہ جس کسی عالم کو پائے اس سے سوال کرے، پہلے عالم کی رائے کا التزام نہ کرے کہ دوسرے کی رائے کو نہ سنے۔ حتیٰ کہ اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ پہلے عالم کا فتویٰ کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ پھر بھی اس پر تعصب کر کے صحیح فتویٰ کی طرف توجہ ہی نہ دے۔ متاخرین کی تقلید اور سلف صالحین کے طریقے پر اتباع کے درمیان یہی فرق ہے۔ ①

عام آدمی پر فتویٰ کے لیے کتاب وسنت کے عالم کو ڈھونڈنا اسی طرح واجب ہے جس طرح روزی کی تلاش میں حلال کا طلب کرنا واجب ہے۔ جبکہ یہ جانتا ہے کہ روزی کے بعض طریقے حرام بھی ہیں تو پھر حلال ہی طریقہ کی تلاش واجب ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اگر کوئی آدمی سوال کرے کہ عام آدمی کو کوئی ناگہانی مسئلہ درپیش ہو تو کیا کرے؟ تو اللہ کی توفیق سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی تقلید کو حرام کیا ہے اس میں نہ کسی عالم کی تخصیص ہے نہ عام آدمی کی۔ اللہ کا خطاب ہر ایک کے لیے

① نقلا عن ایقاظ همم أولي الأبصار، ص: 40-41.

ہے اس لیے تقلید اس غلام پر جو کسی ملک سے لایا گیا ہو، عام آدمی پر، پردہ میں رہنے والی دوشیزہ پر، پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والے چرواہے پر حرام ہے جس طرح ایک متبحر عالم پر حرام ہے ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہر آدمی کے اوپر اپنے تمام معاملات میں اللہ و رسول کے حکم کے طلب کے لیے اجتہاد کرنا لازم ہے اگر کسی نے بھی تقلید کی تو اللہ کی نافرمانی کر کے گنہگار ہوا لیکن لوگ نوعیت اجتہاد میں مختلف ہیں۔ کیونکہ ہر ایک پر وہی اجتہاد لازم ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کرتا''

اور فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

''جس قدر طاقت ہو اللہ سے ڈرو۔''

مکمل تقویٰ یہ ہے کہ آدمی دین میں اللہ کے واجبات کو ادا کرے۔ اللہ نے ہمیں صرف اپنی طاقت بھر ہی مکلّف کیا ہے جس کی طاقت نہیں وہ ہم سے معاف ہے، یہ نص واضح ہے کہ ہر کسی کے اوپر دینی مسائل میں اس کی طاقت بھر اجتہاد لازم ہے۔

عام آدمی کا اجتہاد یہ ہے کہ جب عالم سے مسئلہ دریافت کرے اور وہ فتویٰ دے تو یہ کہہ کر تائید کر لے کہ کیا اسی طرح اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے۔؟ اگر مفتی نے کہا کہ ''ہاں'' تو اس کے فتویٰ پر عمل کرے، اس سے زیادہ بحث و طلب عام آدمی پر واجب نہیں ہے۔ اگر مفتی کہے کہ ''نہیں'' اللہ و رسول ﷺ کا یہ حکم نہیں ہے یا کہے کہ یہ میری رائے ہے، یا یہ مالک یا قاسم یا ابوحنیفہ یا ابو یوسف یا شافعی یا احمد یا داؤد ظاہری کا قول ہے، یا یہ کہے کہ صحابی یا تابعی وغیرہ کا قول ہے، یا جھڑکے یا چپ رہ جائے تو اس کے فتویٰ کا لینا حرام ہے۔ اِلا یہ کہ نبی کریم ﷺ کا حکم بتائے اس کے بعد اس پر فرض ہوتا ہے کہ دوسرے علماء سے کہیں بھی ہوں جا کر پوچھے۔''[1]

---

① الاحکام فی أصول الاحکام، ص: 862- ابن الصلاح فی کتاب الفتوىٰ، ص: 280.

ابن حزم کے اس قول پر تأمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حالت میں مستفتی پر فرض ہے کہ وہ مفتی سے مسئلے کے حکم کے بارے میں تاکید کرلے کہ اسی طرح کا اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے؟ تو اس معاملے میں یہ کہنا ہے کہ اگر مفتی کو واضح طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مسئلے کا حکم معلوم ہو تب تو وہ یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ ہاں یہی اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے۔ لیکن اگر مسئلہ اجتہادی اور استنباطی ہے تو مفتی کو صراحتاً کہنے کا حق نہیں کہ یہی اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے کیونکہ مجتہد غلطی بھی کرسکتا ہے۔ البتہ اجتہادی مسائل میں اگر مفتی یہ کہہ دے کہ ہم نے قرآن وسنت سے استدلال کرکے ہر مسئلہ بتایا ہے تو مستفتی کو اسے قبول کرلینا واجب ہوگا۔ اگر مسئلہ عجلت طلب ہے۔ کیونکہ اس قسم کے مسائل میں مفتی کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ اللہ اور رسول کا حکم ہونے کی ذمہ داری لے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کو امیر جیش مقرر فرماتے تو انہیں نصیحت فرماتے کہ اگر دشمن محاصرہ کے بعد اللہ اور نبی کے ذمہ میں اترنا چاہیں تو انہیں اللہ اور رسول کا ذمہ نہ دو بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دو، ایسا نہ ہو کہ تم اللہ کے ذمہ کے خلاف کر جاؤ۔ اسی طرح دشمن اگر اللہ اور رسول کے حکم سے اترنا چاہے تو انہیں اللہ ورسول کے حکم کی بجائے اپنے حکم اور فیصلے پر اترنے کو کہو کیونکہ ضروری نہیں کہ تم اللہ ورسول کے حکم کو پاؤ۔ واللہ أعلم [1]

اسی طرح میری نظر میں ابن حزم کے آخری قول کی توضیح یہ ہے کہ مفتی اگر عامی کو اپنے قول یا کسی اور کے قول کے مطابق فتویٰ دے، اور یہ کہہ دے اس مسئلہ میں مجھے اللہ اور رسول کا واضح حکم نہیں ملا مگر یہی ائمہ کا اجتہاد ہے جو کتاب وسنت کے قریب ہے کسی مذہب کی پابندی نہیں ہے تو اگر مسئلہ زود طلب ہے تو اس کے فتویٰ پر عمل کرلے اگر مسئلہ زود طلب نہیں تو انتظار کرکے دوسرے عالم کو تلاش کرے، ہوسکتا ہے اس کے پاس کتاب وسنت کا علم ہو۔

اس کے علاوہ ابن حزم کا قول کہ صحابی کا قول بھی قبول نہ کرے تو ان کی یہ بات اس وقت

[1] سنن ترمذی، رقم: 1617.

مقبول ہے جبکہ صحابی کا قول کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ اگر ابن حزم کا مقصد یہ ہے کہ کتاب وسنت کے نص کے نہ ہونے کی صورت میں بھی صحابی کا قول نہ لے تو اس معنی میں ان کی یہ رائے قابل قبول نہیں۔ کیونکہ آپ نے پہلے دیکھ لیا کہ تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی حالت میں اگر صحابی کے قول کا کوئی مخالف صحابی نہ ہو تو ان کے قول کو لے لیا جائے گا۔ اگر آپس میں صحابہ کرام مختلف ہیں تو مفتی کو چاہئے کہ کوئی بھی قول اختیار کر کے فتویٰ دے۔ صحابہ کے اقوال سے نہ نکلے۔ ابوالولید الباجی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> ''عامی کے اوپر واجب ہے کہ جس سے فتویٰ پوچھنا چاہتا ہے پہلے لوگوں سے خود مفتی کے بارے میں پوچھ لے، اگر لوگ بتائیں کہ ہاں وہ عالم ہے، ورع و تقویٰ والا ہے تو اس سے فتویٰ لے۔ جس کے علم و ورع کے بارے میں علم نہ ہو اس سے فتویٰ پوچھنا جائز نہیں۔''①

امام نووی رحمہ اللہ آداب المستفتی کے فصل میں کہتے ہیں: ''کہ مستفتی کے اوپر واجب ہے کہ جس سے فتویٰ پوچھنا چاہتا ہے اس کی اہلیت کے بارے میں لوگوں سے معلومات کر لے۔ اگر کسی عالم کے بارے میں فتویٰ کا اہل ہونے کے بارے میں اسے علم نہیں ہے تو صرف علم کی طرف انتساب یا تدریس وغیرہ کی بنا پر اس سے مسئلہ پوچھنا جائز نہیں صرف اسی سے استفسار جائز ہے جس کی اہلیت فتویٰ لوگوں میں مشہور ہو۔''②

لیکن ان دونوں علماء کے یہاں اہلیت کے اوصاف کا ذکر نہیں ہے۔ جیسا کہ ابن حزم اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ کے یہاں وضاحت سے اس کا ذکر ہے۔ اور جہاں تقلید و تعصب کا رواج ہو اگر وہاں کوئی کسی درجے کا بھی عالم بالکتاب والسنہ ہو تو اسی سے فتویٰ لینا صحیح ہے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔②

---

① احکام الفصول فی احکام الأصول، ص :862 . ② المجموع:54/1 .

③ مسائل عبد اللہ بن الامام، ص ص 438 .

شاطبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''کہ محض عامی تو اس کے سامنے جب شرعی علماء کے مختلف اقوال کسی مسئلہ میں آئیں گے تو اسے یقیناً کسی نہ کسی ایک کی تقلید کرنی ہوگی۔ کیونکہ ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پر بیک وقت عمل ممکن نہیں اور یہ اجماع کے بھی خلاف ہے۔ تو اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں: اول یہ کہ دو اقوال میں جمع کرنا ممکن ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں میں جمع ممکن نہیں۔

اگر جمع ممکن نہ ہو تو دونوں پر بیک وقت عمل کرنا محال ہے۔ اور اگر جمع ممکن ہے تو اس صورت میں کسی ایک قول پر عمل نہ ہوگا، بلکہ یہ تیسرا قول ہوگا اور اس جمع اور اس عمل کو کوئی جائز نہیں کہتا۔ نیز اس قسم کے عمل کی کوئی مثال سلف صالحین کے اعمال میں نہیں ملتی اس لیے اجماع کے خلاف بھی ہوگا۔

جب یہ بات متعین ہوگئی کہ عامی کسی ایک ہی کی تقلید کرلے تو اس صورت میں یہ بات سامنے آئے گی کہ دونوں علماء یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوسرے سے زیادہ حق کے قریب ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتا۔

عام آدمی تو اجتہاد کرنے سے رہا اس لیے ضروری ہوا کہ کوئی شخص اسے بتائے کہ فلاں حق سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ عامی آدمی اجمالی طور پر اتنا جان سکتا ہے کہ ایک مفتی دوسرے سے اَعلم واَفقہ ہے۔ یہ چیز وہ عام علماء وطلبہ جن سے اَعلمیت واَفقہیت مخفی نہ رہے گی ان سے معلوم کرسکتا ہے۔ اس طریقے سے اسے اَعلم کو اَقرب إلی الصواب ہونے کا ظن غالب حاصل ہوسکتا ہے۔ اس لیے اگر تقلید کرنی ہے تو اس شخص کی کرے جو فیصلہ دینے والے علم حاکم سے فیصلہ دیتا ہے۔ یعنی کتاب وسنت کے عالم کی تقلید کرے۔''[1]

اس بات کو اس سے واضح طور پر شاطبیؒ نے دوسری جگہ بیان کیا ہے: ''کہ جب عالم کے علم کی لوگ گواہی نہ دیں تو وہ عدم علم پر یقین رکھے یا کم از کم شک میں رہے۔ اس حالت میں

[1] الاعتصام: 345/1.

فتویٰ کا اقدام نفس پرستی ہی سے ہوگا۔ اسے یہ چاہئے کہ اپنے بارے میں دوسروں سے پوچھے اور جب تک اسے آگے نہ بڑھائیں وہ فتویٰ کے لیے آگے نہ بڑھے۔''

البانی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کر کے یہ کہا ہے: ''کہ یہ امام شاطبیؒ کی نصیحت اس عالم کے لیے ہے جو اپنے علم سے کسی کو نفع پہنچا سکے۔ اسے نصیحت کرتے ہیں کہ افادہ کے لیے اس وقت تک آگے نہ بڑھے جب تک علماء اس کے علم کی گواہی نہ دیں، کیونکہ خطرہ ہے کہ وہ بدعتی ہو، اگر وہ اس زمانے کے بعض لوگوں کو جو اپنے کو علم سے متعلق سمجھتے ہیں دیکھتے تو بے شک کہہ دیتے کہ یہ تمہارا گھونسلہ نہیں ہے اپنا راستہ لو۔''①

③:..... اگر کوئی عامی تلاش کے بعد کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرے تو کسی کے مذہب اور اس کی رائے کا مسئلہ نہ پوچھے بلکہ صیغۂ سوال اس طرح کا ہو کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ کسی حالت میں اس کے لیے جائز نہیں کہ سوال میں یہ کہے کہ فلاں امام کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ کیونکہ حق کی طلب اور تلاش اور اس کی اتباع واجب ہے۔ اس لیے صحیح صیغہ یہی ہوگا کہ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے۔

شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''لوگوں کا یہ کہنا کہ کم پڑھے لکھے لوگوں کے لیے نصوص شریعت کا سمجھنا ممکن نہیں اور اس کی بنا پر تقلید کو جائز کہا جاتا ہے۔ تو حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ اجتہاد اور تقلید کے درمیان ایک تیسری چیز ہے۔ وہ یہ کہ نہ جاننے والا عالم سے مسئلہ شریعت کی روشنی میں پوچھے۔ عالم کے اجتہاد اور رائے کو نہ پوچھے۔ یہی طریقہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے کم علم لوگوں کا تھا۔''②

ابن دقیق العید کے قول کا خلاصہ یہ ہے: ''کہ جن علماء نے عامی کو اجتہاد کرنے کو کہا ہے تو اس کا اجتہاد یہ ہے کہ جب کہ اس زمانے میں فتویٰ کا بڑا اعتماد غیر معصوم بشر کے اختیارات پر ہو چکا ہے تو عامی مفتی سے یہ کہے، کہ کیا اللہ و رسول کا یہی حکم ہے جس کا آپ نے فتویٰ دیا

① سلسلة الاحاديث الصحيحه: 2/713. ② ارشاد الفحول، ص: 268.

ہے؟ اگر مفتی کہے ''ہاں'' تو اس کو لے لے۔ اس سے زیادہ بحث وتفتیش کا وہ مکلّف نہیں ہے۔ اسی طرح مفتی کے اوپر بھی اس آیت یا حدیث اور اصول کا ذکر واجب نہیں جس سے اس نے استدلال کیا ہے۔ اور اگر مفتی یہ کہے کہ یہ میرا قول اور میری رائے ہے یا فلاں فقیہ کی رائے یا مذہب ہے یا اسے جھڑکے یا چپ رہے تو عامی کو دوسرا عالم ڈھونڈنا ہے۔ جو کتاب وسنت سے فتویٰ دے۔ جو بھی سلف اور ائمہ اربعہ کے اقوال میں تأمل کرے گا تو ہماری اس بات کی تصدیق پائے گا کہ وہ لوگوں کو تاکید کرتے تھے کہ عالم بالکتاب والسنہ ہی سے مسئلہ پوچھا جائے۔'' ①

عبد اللہ بن الامام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے پوچھا: ''کہ آدمی طلاق کے قسم وغیرہ جیسے مسئلے میں مبتلا ہو گیا ہو، اس کے شہر میں اصحاب قیاس اور اہل حدیث دونوں ہیں لیکن اہل الحدیث حدیث کو حفظ نہیں کرتے اور نہ ہی صحیح وضعیف حدیث کی پہچان رکھتے ہیں تو مسئلہ اہل رأی و قیاس سے پوچھے یا کم جاننے والے اہل حدیث سے پوچھے؟ آپ نے جواب دیا کہ اصحاب الرأی سے نہ پوچھے۔ اہل الحدیث ہی سے پوچھے۔ ضعیف حدیث ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر ہے۔'' ②

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ فقہاء اہل حدیث واصحاب مالک سے فتویٰ پوچھنے کو جائز کہتے تھے۔ اور ان کا پتہ بھی بتاتے تھے اور جو حدیث سے منہ موڑتا اور حدیث پر اپنے مذہب کی بنیاد نہیں رکھتا اس سے استفتاء سے منع فرماتے۔ ③

④:...... مستفتی کے اہم واجبات میں سے یہ بھی ہے کہ: اگر پہلے مفتی کے فتویٰ میں غلطی نظر آئی تو صحیح قول کو لے لے اور پہلے فتویٰ پر عمل نہ کرے کیونکہ اس کے اوپر حق کا تلاش کرنا واجب ہے اور کسی معین شخص کی رائے کی پابندی ضروری نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

① نقلا عن ایقاظ همم أولی الابصار، ص: 39. ② مسائل عبدا للہ، ص: 438.
③ اعلام الموقعین: 60/2۔ ایقاظ همم أولی الأبصار، ص: 39.

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾

''جو لوگ بات کو سنتے اور اچھی سے اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔''

امام شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''بہر حال اگر امام کے کسی مسئلے میں غلطی واضح ہو جائے تو اپنے امام کی اتباع میں تعصب نہ برتے کیونکہ تعصب کا نتیجہ شریعت کی مخالفت اور پھر خود امام کی مخالفت ہوگی۔''[1]

اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ فتویٰ طلب کرنے والے پر واجب ہے کہ عالم بالکتاب والسنہ کو تلاش کر کے اسی سے فتویٰ لے جس طرح کوئی مریض متخصص طبیب کو ڈھونڈھ کر علاج لیتا ہے۔ مگر یہ انسان دنیاوی معاملات میں بڑا چاق و چوبند ہوتا ہے اس حالت میں افضل سے افضل طبیب کو ڈھونڈھ کر ہی علاج لینے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اسے چاہئے کہ دینی مسائل میں بھی اہل الذکر والعلم میں سے افضل کو ڈھونڈھ کر فتویٰ لے۔ اور جس طرح دنیاوی معاملات میں لوگوں سے مشورے لے کر کام کرتا ہے۔ اسی طرح لوگوں سے پوچھ کر کہ کون عالم بالکتاب والسنہ ہے اسی سے مسئلہ پوچھے۔

علماء اور طلبۃ العلم سے یہ چیز ظاہر ہو سکتی ہے کہ فلاں کتاب وسنت کا عالم ہے اور فلاں کس مذہب کا پابند ہے۔ یہ چیز چھپی نہیں رہ سکتی لیکن ان طلبہ اور علماء کو بھی جاننا ضروری ہے کہ یہ لوگ کس مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ کسی مذہب کا مقلد عالم اپنے مذہب کے خلاف کو غلط ہی کہے گا۔

[1] الاعتصام: 345/2.

فصل 8

مفتی پر دلیل راجح سے فتویٰ دینا واجب ہے

مفتی کے اوپر واجب ہے کہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ سے پھر ائمہ کے اقوال کی روشنی میں فتویٰ دے۔ (ان دلیلوں کی ترتیب کا ذکر گزر چکا ہے) صحابہ، تابعین اور خیر القرون کے علماء کا یہ اجماع ہے کہ کسی پر کسی خاص امام کی تقلید واجب نہیں کیونکہ کسی خاص شخص کی رائے ہی میں حق محصور نہیں رہ سکتا۔

اور یہ بات واضح ہے کہ کتاب وسنت، آثار صحابہ اور اجماع کی واضح دلیلوں میں حق کی ضمانت ہے، قیاس اور اجتہاد ائمہ میں غلطی کا امکان ہے۔ جب عدم وجوب تقلید پر اجماع ہو گیا تھا تو اصولی طور پر ان لوگوں کے لیے کوئی عذر نہ رہا جو صحابہ و تابعین وائمہ کے بعد خاص فرد کی تقلید کو واجب کہتے ہیں، کیا اس حالت میں اجماع کی مخالفت نہیں ہوئی؟ یقیناً ہوئی اور حقیقی اجماع کی مخالفت جس سے قوی کوئی اجماع نہیں ہوسکتا اگر دنیا میں اجماع کا وجود ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ پھر رسول ﷺ پھر مسلمانوں کے سامنے کسی خاص شخص کی تقلید کو واجب کرنے کی ذمہ داری انہی علماء پر ہے جن کے ہاتھوں میں امت کی قیادت ہے انہی علماء نے تقلید مذاہب کو واجب کر رکھا ہے۔ کیونکہ لوگ انہیں نائب رسول جانتے ہیں ان کی مخالفت کر کے وہ کہاں جائیں گے۔

شاطبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مفتی مقام رسول ﷺ پر کھڑا ہو کر آپ ﷺ کا خلیفہ اور وارث ہے، اور حدیث میں ہے: «اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ.»

''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''

اس لیے وہ شریعت کو پہنچانے اور لوگوں کی تعلیم وتربیت میں اور نظر واستدلال اور اجتہاد

کر کے احکام کے بیان کرنے میں جب نبی کریم ﷺ کا وارث ہوا تو ان کی اتباع بھی لازم ہوئی۔ درحقیقت اصل خلافت یہی ہے۔ ①

اس لیے عالم کو اپنے منصب کی ادائیگی میں بہت کچھ غور وفکر کرنا چاہئے کہ کیا وراثت رسول ﷺ کے حق کی ادائیگی قول رسول ﷺ کی مخالفت کر کے امتی کے اقوال کو لینے میں ہوگی؟ کیا اس کا حق یہی ہے کہ دین کے مسائل میں اپنی یا کسی اور کی رائے سے کوئی بات کہے جس کی سند کتاب وسنت سے نہ ہو؟ جبکہ خود اس کے مورث ﷺ اپنی رائے سے دین کی کوئی بات نہ کہتے وحی کا انتظار فرماتے۔ تو جس طرح نبی کریم ﷺ اللہ کے حکم کو اللہ کی طرف سے پہنچاتے تھے یہی منصب عالم کا بھی ہے۔

ابن القیم نے بڑی قیمتی بات لکھی ہے:

''اللہ کی طرف سے کسی چیز کے پہنچانے کا دارومدار علم اور صدق وسچائی پر ہے۔ اس لیے مرتبہ تبلیغ و روایت وفتویٰ کا حقدار وہی ہوگا جو علم اور صدق سے متصف ہو۔ جس چیز کی تبلیغ کرتا ہے اس کا حقیقی علم رکھتا ہو سچائی سے اسے لوگوں تک پہنچائے اس کے ساتھ ساتھ عام سیرت واخلاق اور تمام احوال میں بھی قابل اطمینان ہو۔

اور جب بادشاہوں کی طرف سے دستخط کرنے کی اہمیت اور فضیلت کا انکار نہیں کیا جاسکتا تو زمین وآسمان کے مالک اور رب کی طرف سے دستخط کی اہمیت کا کیا حال ہوگا؟ اس لیے جو شخص اس منصب کے لیے اپنے کو پیش کرتا ہے تو اس کے لیے مکمل تیاری کرلے۔ اور جس مقام پر ہے اس کی اہمیت کو جان لے اور حق کے کہنے اور اس کے اعلان کرنے میں اس کے دل میں کوئی تنگی نہ ہو۔ کیونکہ اللہ اس کا مددگار اور ھادی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ اللہ رب العالمین نے اس منصب کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے:

﴿ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلَىٰ

① نقلاً عن الفتوى مكانتها: 2/1.

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ ﴾ ①

''آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے خود اللہ ان کے بارے میں فتویٰ دے رہا ہے اور قرآن کی وہ آیتیں جو تم پر پڑھی جاتی ہیں۔''

جس کام کو اللہ رب العزت کر رہا ہو تو یہ چیز اس کام کی جلالت قدر اور شرافت کے لیے کافی ہے۔ مفتی یہ بات ہمیشہ حاضر ذہن رکھے کہ وہ کس ذات کی نیابت کر رہا ہے۔ اور یقین رکھے کہ کل قیامت کے دن وہ اللہ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا، اور اس سے پوچھا جائے گا۔'' ②

یقیناً فتویٰ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کہ میں نے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام المسلمین اور سید العالمین ہوتے ہوئے کسی مسئلے کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا جاتا تو جب تک اس بارے میں وحی نہ آ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب نہ دیتے۔'' ③

ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں اس بات کا ذکر کر کے کہا ہے کہ جب رب العالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر جواب نہ دیتے بلکہ سکوت اختیار فرماتے تو بڑی جرأت کی بات ہے کہ کوئی اپنی رائے، قیاس یا حسن ظن کی بنا پر کسی کی تقلید یا عرف عام یا عادت، سیاست، ذوق، کشف، خواب، استحسان یا تخمینہ سے فتویٰ دے''۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان. ④

پھر وہ علماء کرام جو عوام کو کسی ایک امام کے پابند ہو کر رہنے کی تاکید کرتے ہیں انہیں ائمہ کی نصیحتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے جن میں ائمہ نے اپنی اور دوسرے کی تقلید سے منع کیا ہے۔ ائمہ کے اوپر جو واجب تھا وہ کہہ گئے کیونکہ وہ تقویٰ اور ورع کی چوٹی پر تھے۔ کتاب و سنت ان کے دلوں میں ہر چیز سے باعظمت اور اہم تھے۔ کیا خود علماء کرام اس مسئلے میں ائمہ

① النساء: 127. ② اعلام الموقعین، 11:1.
③ احکام الأحکام لابن حزم: 35/8. ④ اعلام الموقعین: 47/2.

کی نصیحتوں کو قبول کریں گے؟ امید نہیں کیونکہ جب ائمہ عظام کا عقیدہ چھوڑ دیا تو اس کے بعد امام کی ہر مخالفت وہ کر سکتے ہیں۔ متاخرین علماء میں شاید ہی کوئی ہو جو اشعری، ماتریدی عقیدہ نہ رکھتا ہو یا ایجاد بندہ طرق صوفیہ سے بیعت نہ ہو۔ اور یہ چیز واضح ہے کہ خاتم النّبیین ﷺ کے دین میں ان عقائد اور طرق کی کوئی دلیل نہیں۔

ہمارے ان علماء کرام کو سوچنا چاہئے کہ وہ کس عقل و دین سے عاملین بالسنہ اور اس کے احیاء کی کوشش کرنے والوں کو گمراہ اور مبتدع کہتے ہیں۔ کس عقل اور دین سے اتباع سنت کے ان داعیان سے دشمنی رکھتے اور ان کی ایذاء کو حلال سمجھتے ہیں کیوں ان کی مسجدوں اور مدرسوں کو گراتے اور انہیں ویران کرنے یا ان پر قبضہ کرنے کی کوششیں کرتے کراتے ہیں؟ قرآن وسنت کی کس دلیل سے لوگوں پر وہ چیز واجب کرتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب نہیں کیا کیوں اللہ کے بندوں کو مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں تقسیم کرتے ہیں کہ ایک دوسرے سے دشمنی کرتے کراتے اور مخالف کو زیر کرنے کی کوششیں کرتے ہیں؟ کیا یہی وہ اعتصام ہے جسے اللہ نے بندوں سے طلب کیا ہے؟

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ ①

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر پکڑلو فرقہ بندی نہ کرو۔''

قیامت میں اللہ کو کیا جواب دیں گے جب اللہ تعالیٰ کہے گا:

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○﴾ ②

''انہیں لاؤ کھڑا کرو ان سے پوچھا جائے گا۔''

① آل عمران: 103۔ ② الصافات: 24۔

فصل 9

مفتی کے لیے اختلاف العلماء کا جاننا

واضح دلیلوں کی بنا پر یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مفتی کے اوپر ہر زمانے میں خصوصاً اس زمانے میں ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلے میں کتاب وسنت، اجماع امت، آثار صحابہ، اقوال ائمہ اور ان کے اختلافات کو معلوم کر کے پھر راجح بالدلیل کا فتویٰ دے۔ ان اصول کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

قتادہ بن دعامہ کہتے ہیں: «مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْاِخْتِلَافَ لَمْ يَشُمَّ الْفِقْهَ»

'جس نے اختلاف کو نہ جانا تو اس نے فقہ کو سونگھا تک نہیں۔''

سعید بن اُبی عروبہ کہتے ہیں: ''جس نے اختلاف علماء کو نہ سنا اسے عالم نہ شمار کرو۔''

ہشام بن عبید اللہ الرازی کہتے ہیں: ''کہ جس نے قراء کے اختلاف کو نہ جانا تو وہ قاری نہیں ہے؛ اور جو فقہاء کے اختلاف کو نہیں جانتا وہ فقیہ نہیں۔''

عطاء بن اُبی رباح کہتے ہیں: ''کسی کے لیے فتویٰ دینا مناسب نہیں جب تک علماء کے اختلاف کو نہ جانے۔ اگر ایسا نہ کرے تو صحیح علم کو چھوڑ کر بعد کے علم سے فتویٰ دے گا۔''

ایوب سختیانی اور ابن عیینہ نے کہا ہے: ''کہ وہی شخص فتویٰ کی جسارت کرے گا جو علماء کے اختلاف کو کم جانتا ہوگا، اور جو اختلاف کو زیادہ جانے گا وہ فتویٰ سے زیادہ دور رہنے کی کوشش کرے گا۔''

امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کے لیے فتویٰ دینا جائز ہے؟ فرمایا: ''اسی شخص کے لیے فتویٰ دینا جائز ہے جو علماء کے اختلافات سے باخبر ہو۔ پوچھا گیا کہ اختلاف سے مراد اہل رای کا اختلاف ہے؟ کہا ''نہیں'' صحابۂ رسول کا اختلاف ہے۔ مفتی قرآن وحدیث

کے ناسخ ومنسوخ کو جان کر فتویٰ دے۔''

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی کو کب فتویٰ دینا جائز ہوگا؟ کہا: ''جب آثار کا عالم اور صاحب بصیرت ہو۔''

یحییٰ بن سلام نے کہا: ''کہ جو اختلاف علماء کا علم نہیں رکھتا اسے فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔ جو لوگوں کے اقوال سے آگاہ نہیں اسے یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ قول مجھے زیادہ پسند ہے۔''[1]

① جامع بيان العلم وفضله: 814/2 .

فصل ⑩

اختلاف علماء میں مفتی کا موقف

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ائمہ مالک اور شافعی ان کے اصحاب میں سے جو ان کے منہج پر تھے لیث بن سعد ، اوزاعی ،ابوثور اور دوسری بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ اختلافی مسائل میں سے کچھ درست ہوں گے اور کچھ غلط ہوں گے۔ بنا بریں علماء کے اختلاف کے وقت کتاب وسنت اجماع اور قیاس سے دلیل کا تلاش کرنا اور اس کی روشنی میں صحیح حکم کا نکالنا واجب ہے۔

اگر دلیلیں ایک ہی درجے کی ہوں تو جو دلیل کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہو اسی کی طرف مائل ہونا واجب ہے۔ اگر ترجیح کا راستہ واضح نہ ہو تو حکم سے توقف اختیار کرنا واجب ہوگا۔ اگر کوئی ان اختلافی مسائل میں اپنی خاطر کسی مسئلہ کے استعمال کے لیے مجبور ہو جائے تو عامی کی طرح اس کے لیے تقلید جائز ہوگی۔

اگر سب دلیلیں ایک ہی جیسی ہوں ترجیح نہ دے سکتا ہو تو دل جس پر مطمئن ہو اسی کو اختیار کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْبِرُّ مَا أَطْمَئَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ الصَّدْرِ فَدَعْ مَايُرِيْبُكَ اِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ.»

''کہ نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے۔ تو شبہ کو چھوڑ کر غیر مشتبہ کو لے لو۔''

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو نظر واستدلال کے اہل نہیں ہیں اور یہی حال ان لوگوں کا ہے جن کے لیے علماء کے فتاویٰ کی تقلید جائز ہے۔ مگر مفتی کے لیے مذکور علماء میں سے کسی کے

نزدیک کسی حال میں جائز نہیں کہ جب تک کتاب وسنت اجماع اور جو اس کے معنی میں ہے ان کے ذریعہ فتوی یا قضاء کی دلیل واضح نہ ہو جائے فتویٰ دے یا فیصلہ کرے۔''[1]

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ''ادب القضاۃ'' میں کہا ہے: ''کہ قاضی اور مفتی کے لیے قضاء اور فتوی اس وقت تک جائز نہیں کہ جب تک وہ کتاب اللہ اور اس کی تفسیر سنت رسول ﷺ، آثار صحابہ اور علماء کے اختلافات کا عالم، اچھا درک رکھنے والا، نیت کا درست متورع نہ ہو، غیر واضح مسائل میں لوگوں سے مشورہ لے۔ یہی رائے امام مالک اور ہر شہر کے تمام فقہاء مسلمین کی ہے کہ قاضی اور مفتی کو انہی صفات سے متصف ہونا ضروری ہے۔''[2]

امام ابن عبد البرؒ نے علماء وطلبہ کو ایک نفیس نصیحت کی ہے، کہتے ہیں: ''میرے بھائی! اصول کو حفظ کرو اور اس پر خاص توجہ دو، جان لو۔ جس نے قرآن میں منصوص احکام اور سنن کے یاد کرنے میں توجہ دی، فقہاء کے اقوال کو دیکھ کر اپنے اجتہادات میں مدد لے کر نظر و استدلال، اور کئی معانی کے متحمل جملوں کی تفسیر کے لیے انہیں بطور مفتاح استعمال کیا۔ مگر جس طرح سنن کی ہر حالت میں تقلید واجب ہے اسی طرح کسی کی تقلید نہ کی، علماء سلف کی طرح اپنے کو آرام سے دور رکھ کر سنن کے حفظ اور تدبر میں جدوجہد کیا ان کے طریقہ فہم و بحث و نظر کی اقتداء کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا ان کے صائب مسائل میں ان کی تعریف کی اور جیسا کہ خود انہوں نے غلطیوں سے اپنے آپ کو مبرا نہیں سمجھا اسی طرح انہیں غلطیوں سے مبرا نہ سمجھا تو یہی حقیقی طالب علم ہے جو سلف صالحین کے طریقے پر تمسک کرنے والا ہدایت یاب متبع رسول وصحابہ ہے۔ اور جس نے نظر و استدلال سے اپنے کو دور رکھا ان مذکورہ امور سے سر پھیرا، اپنی رائے سے سنن کا معارضہ کیا اور اسے بحث ومباحثہ کے ذریعہ رد کرنے کا ارادہ کیا تو وہ گمراہ اور گمراہ کن ہے۔ اور جو ان سب امور سے جاہل رہا اور فتویٰ دینے لگا تو وہ سب سے بڑھ کر اندھا اور گمراہ ہے۔''

---

① جامع بيان العلم وفضله، 903:2، 904. ② جامع بيان العلم وفضله: 908/2.

لقد اسمعت لو ناديت حيا

ولكن لا حياة لمن تنادى

''اگر کسی زندہ شخص کو پکارتے تو وہ تمہاری بات سنتا لیکن جسے تم پکار رہے ہو وہ باحیات نہیں۔''

مجھے معلوم ہے کہ میں جاہل، نادان اور معاند کے ایذاء سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ولست بناج من مقالة طاعن

ولو كنت فى غار على جبل وعر

''طعن و تشنیع کرنے والے کے طعن و تشنیع سے میں نجات نہیں پاسکتا خواہ کسی اونچے پہاڑ کے کھوہ ہی میں چھپ جاؤں۔''

من ذا الذى ينجومن الناس سالما

ولوغاب عنهم بين خافتى نسر

''کون شخص لوگوں سے نجات پاسکتا ہے؟ کوئی نہیں چاہے وہ گدھ کے دونوں پروں میں چھپا ہو۔''[1]

میں کہتا ہوں کہ آدمی حق کا دامن نہ چھوڑے۔ دو ہی چیزیں ہیں یا تو کچھ لوگوں کی دعا ئیں اسے ملیں گی، یا کچھ لوگ اسے گالی بددعا دیں گے، لعن طعن کریں گے۔ دعا دینے والوں کی دعا تو اسے بہرحال انشاء اللہ پہنچے گی۔ اور ناحق لعن وطعن کرنے والوں کی ہرزہ سرائی بھی اس کے لیے دعا بن کر رفع درجات کا سبب بنے گی ان شاء اللہ، فرمان نبوی ہے:

«مَنْ أَرْضَى النَّاسَ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَمِنْ أَسْخَطِ النَّاسِ بِرَضَى اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَؤُنَةَ النَّاسِ.»[2]

---

[1] جامع بيان العلم وفضله: 2/1139، 1140. [2] صحيح الجامع الصغير، رقم: 6010.

''اللہ کو ناراض کر کے جو لوگوں کو خوش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی مدد اٹھالے گا اور اسے لوگوں کے حوالے کر دے گا، اور جو لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔''

اس لیے ہر جگہ اور ہر زمانے میں مفتی پر یہی لازم ہے کہ کتاب وسنت کے ساتھ علماء امت کے اجتہادات کو نظر میں رکھ کر دلیلوں کو سمجھنے کی کوشش کرے اور راجح قول پر فتویٰ دے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے: ''جس شخص نے علماء کے اقوال کو نصوص پر پیش کر کے وزن کیا جو مخالف نص ہوا سے چھوڑ دیا تو اس نے ائمہ ہی کے اقوال اور ان کے حکم ہی کی اتباع کی، کہ ان سب نے نص کی مخالفت کی صورت میں اپنے اقوال کو چھوڑ دینے کی تاکید کی ہے۔

درحقیقت ان کا متبع وہی ہوا جو ان کی تاکید پر عمل کرے۔ ان کا متبع وہ نہیں جس نے ان کی اس تاکید پر عمل نہیں کیا۔ نص کے خلاف ان کے اقوال پر عمل کرنا ائمہ کی مخالفت ہے اور نسبتاً یہ مخالفت ان کے قاعدہ کلیہ کی مخالفت سے آسان ہے۔ ان کا قاعدہ کلیہ یہی رہا ہے کہ نص کو ان کے اقوال پر مقدم کیا جائے۔ یہیں سے عالم کی ہر بات میں تقلید کرنے اور ان کے فہم سے مدد لینے ان کے علم سے روشنی لینے میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

پہلی صورت میں عالم کے قول کو بغیر دیکھے اور کتاب وسنت سے اس کی دلیل ڈھونڈے بغیر لے لیا جاتا ہے بلکہ اس کے قول کو گردن میں رسی کی طرح ڈال دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تو اس کا نام تقلید رکھا گیا ہے۔

دوسری صورت میں انسان عالم کے فہم اور علم سے استفادہ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ علماء کو راستہ دکھانے والے کی طرح سمجھ کر جب رسول ﷺ تک پہنچ گیا تو پھر کسی اور سے استدلال کی ضرورت نہ رہی۔''[1]

ابن القیم رحمہ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا: ''جو مفتی اللہ کے سامنے جوابدہ ہونے سے ڈرتا ہے۔

[1] كتاب الروح لابن القيم، ص: 422، 423.

اسے یہ جانتے ہوئے کہ دوسرے مذہب کی دلیل اَصح اور زیادہ راجح ہے اپنے تقلیدی مذہب سے فتویٰ دینے سے بچنا چاہئے۔ اگر حُبّ ریاست میں اس ظن کے باوجود کہ جس چیز کا فتویٰ دے رہا ہے درست مسئلہ دوسرے مذہب کا ہے تو وہ اللہ و رسول اور سائل کے ساتھ خیانت اور دھوکہ کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جس نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کیا اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ دین طلبی اور خیر خواہی کا نام ہے۔ دھوکہ دینا دین کے مخالف ہے جس طرح جھوٹ سچ کے اور باطل حق کے مخالف ہے۔

خود ہمارے سامنے ایسے بہت سے مسائل آتے ہیں جن میں ہم یقین و اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے خلاف دوسرے مذہب کا مسئلہ زیادہ صحیح ہے' ایسے موقع پر ہم یقین و اعتقاد کے خلاف فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھتے، راجح مذہب کو ترجیح دے کر فتویٰ دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہی درست ہے اور اسی کو لینا افضل ہے۔ توفیق اللہ سے ملتی ہے۔ ①

مزید لکھا ہے کہ مفتی کے لیے جائز نہیں کہ اللہ کو گواہ کر کے کسی چیز کو حلال و حرام اور واجب یا مکروہ کہے۔ جب تک جان نہ لے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے اس کے مباح اور حرام یا مکروہ اور واجب ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ اس لیے مفتی جو مسئلہ اپنے امام کے مذہب کی کتاب میں پاتا ہے لیکن اسے اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے کا علم نہیں تو اس کا اللہ و رسول کے نام سے فتویٰ دے کر لوگوں کو دھوکہ دینا جائز نہیں۔

سلف میں سے کئی لوگوں نے کہا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو (بغیر علم و تحقیق کے) ایسا کہنے سے بچنا چاہئے کہ اللہ نے یہ چیز حلال اور یہ چیز حرام کی ہے اور اللہ اس سے کہے کہ تم نے جھوٹ کہا۔ ہم نے فلاں چیز کو حلال اور فلاں چیز کو حرام نہیں کیا ہے۔'' ②

① اعلام الموقعین: 228/4 .

② اعلام الموقعین: 225/4 ، 226 .

فصل ⑪

مفتی کے آداب میں سے مسئلہ کی دلیل کا ذکر کرنا ہے

مفتی کو چاہئے کہ فتویٰ میں مسئلے کی دلیل کا ذکر حتی الامکان کردے۔ دلیل سے عاری فتویٰ تنگ ظرفی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کا محض قول ہی حجت ہے، اس کے باوجود جو شخص آپ ﷺ کے فتاویٰ کو غور سے دیکھے گا تو اسے یہ چیز نظر آئے گی کہ آپ فتاویٰ میں مسئلہ کی حکمت اور اس کی مثال اور مشروعیت کی وجہ کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ سے جب سوکھی کھجور دے کر تازہ کھجور خریدنے بیچنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: کہ کیا تازہ کھجور سوکھنے کے بعد کم ہوجاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: ''ہاں'' تو آپ ﷺ نے اس بیع سے سختی سے منع فرمایا۔

یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ رطب تازہ کھجور سوکھنے کے بعد کم ہوہی جاتی ہے لیکن مقصد سوال یہ تھا کہ لوگوں کو حرمت بیع کے سبب سے آگاہ کردیں۔ ①

---

① اعلام الموقعین: 208/4 ۔

خاتمہ

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہم سب کو اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○﴾ ①

''کہ ہم نے جن وانس کو صرف اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے''

اسی عبادت کے طریقوں کو سکھانے کے لیے اللہ نے انبیاء ورسل بھیجے۔ اور ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○﴾ ②

''اور یہ ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی کسی کو عذاب دیں۔''

ایک حدیث کی بموجب ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام اس دنیا میں آئے لیکن اس انسان کی اکثریت نے انبیاء ورسل کو جھٹلایا۔ کچھ نے قبول کیا اور اللہ رب العزت کی رضامندی سے سرفراز ہوئے:

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○﴾ ③

''افسوس ہے بندوں پر کہ کوئی رسول بھی ان کی طرف نہیں آیا مگر انہوں نے اس کا

① الذاریات : 56 .
② الاسراء : 15 .
③ یٰسین : 30 .

مذاق اڑایا۔''

آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء و رسول گزرے سب کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے۔ لیکن ہمارے نبی محمد رسول ﷺ سب کے آخر میں اور ہمیشہ کے لیے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے۔

ہر نبی کی قوم پر واجب تھا کہ اپنے نبی کی اتباع کریں اور اسی اتباع و اطاعت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان سے رضامندی کو مشروط کیا۔

انبیاء و رسل علیہم السلام کی نافرمانی کی بنا پر اللہ نے بہت سی قوموں پر عذاب نازل کیا اور دوسری قوموں کے لیے عبرت بنا دیا کہ اگر تم بھی ان ہی جیسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دینے پر قادر ہے۔ نبی کریم ﷺ آئے اور آپ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ①

''کہ اے لوگو! میں تم سب کا رسول ہوں۔''

آپ کی بعثت کے زمانہ میں تمام دنیا گمراہی کے اندھیرے میں بھٹک رہی تھی، عرب قوم بھی علم کی روشنی سے دور تھی جاہلیت کا وصف ان کا خاصہ بن گیا تھا، اکثریت ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی تھی، نبی رحمت کی برکت سے اللہ نے انہیں بچالیا۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا﴾ ②

''کہ تم ہلاکت کے گھڑے میں گرنے والے تھے کہ اللہ نے تمہیں بچالیا۔''

① الاعراف : 158 .

② آل عمران : 103 .

آپ کی بعثت کے بعد قیامت تک آنے والے انس و جن کے اوپر لازم ہوا کہ صرف آپ ہی کی اتباع اور اطاعت کریں۔ اور کتاب وسنت کی صورت میں اس دین کو مکمل کر کے اللہ رب العزت نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اسی دین سے اب ہم راضی ہیں جو اس پر عمل کرے گا اسی سے راضی ہوں گا جو اس کی مخالفت کرے گا میں اسے سخت عذاب میں ڈالوں گا۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اسی طرح صرف پیارے رسول محمد ﷺ ہی کی اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ قیامت تک اس دنیا میں آپ کے علاوہ کسی اور کی مطلق اطاعت جائز نہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی:

«وَلَوْ كَانَ مُوْسىٰ حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِيْ.» [1]

''اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان پر بھی میری اتباع واطاعت واجب ہوتی۔''

دین مکمل ہوا، اس میں کسی کو کوئی نئی چیز داخل کرنے کا حق نہ رہا۔ حدیث میں ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.»

''جس کسی نے ہماری اس شریعت میں نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود غیر مقبول ہے۔''

اس لیے اللہ رب العزت نے ہر شخص پر اپنی طاقت بھر دین کے علم کے سیکھنے کو فرض کر دیا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.»

کچھ لوگوں سے طلب کیا کہ وہ دین کا وسیع علم حاصل کر کے لوگوں کو ان کے مسائل میں فتویٰ دے کر انہیں اللہ کے حکم پر چلائیں۔ ان علماء کی یہ فضیلت رہی کہ وہ وارث رسول بنائے گئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ارواء الغليل 34:6 .

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○﴾ ①

''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس آئیں ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وظیفہ رسول ﷺ ابلاغ اور تحذیر کو ان علماء کرام کے ذمہ کیا ہے جو علم رسول سیکھتے ہیں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ وحی کی روشنی میں جو کچھ فرماتے، اسی طرح واجب ٹھہرا کہ نائب رسول ﷺ ''علماء'' بھی کتاب وسنت ہی کے ذریعہ دین کی کوئی بات کہیں۔ اسی طرح عام لوگوں کا فرض ہے کہ عالم بالکتاب والسنۃ کو تلاش کر کے انہی سے مسائل دریافت کریں۔ اسی کا حکم اللہ نے اس آیت کریمہ میں دیا ہے۔

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾ ②

''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔''

اللہ رب العزت نے اپنی مشیت سے صحابہ کرام کے ذریعہ اس دین کو پھیلایا، کتاب و سنت سے وہ اپنے متنازعہ مسائل کو حل کرتے، کوئی شخص کسی خاص شخص کی رائے اور فکر کا پابند نہ ہوتا تھا اور پابند ہونا جائز بھی نہیں۔ پھر حالات بدلے لوگوں میں تقلید شخصی کا مرض پھیلا، عقیدہ احکام و معاملات اور سلوک وتزکیہ نفس کے بارے میں مختلف لوگوں کی تقلید کی جانے لگی۔ جس کی وجہ سے امت محمد ﷺ کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ حد یہاں تک پہنچی کہ اللہ

① التوبہ : 122 .

② النحل : 43 .

کے گھر میں جہاں سے وحدت کی آواز اٹھی اسی میں چار اماموں کے مقلدین الگ الگ صلاۃ پڑھنے لگے۔ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مقلد کے پیچھے صلاۃ پڑھنے کا روادار نہ رہا کس قدر گھناؤنا نقشہ تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ امت کے سر سے یہ بلا ٹل گئی۔

امت کو چاہئے کہ عالم ہوں یا عامی ہر ایک ہر مسئلہ میں کتاب وسنت کو ڈھونڈے اور اسی پر عمل پیرا ہو۔ اگر مسئلے کا حل کتاب وسنت کی صریح دلیلوں میں نہیں ملتا تو پھر اجماع امت میں ڈھونڈے اگر اجماع امت نہ ملے تو آثار صحابہ میں تلاش کرے اگر وہاں بھی نہ ملے تو ائمہ اسلام کے اقوال وترجیحات میں ڈھونڈے۔

عالم کا فرض ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید کا پابند نہ رہے۔ تمام ائمہ تمام مسلمانوں کے امام ہیں جس کی رائے سنت سے زیادہ قریب اور آسان ہو اسی کا فتویٰ دے۔ اور عام لوگوں پر فرض ہے کہ وہ اسی قسم کے علماء سے فتویٰ پوچھیں کیونکہ اس دنیا میں ایسے علماء کا وجود ہمیشہ رہے گا الا یہ کہ قیامت قریب ہوجائے تو پھر ان کا وجود ناپید ہوگا۔ اسی میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی خیریت وعافیت رکھی ہے اور یہی اس کا مقدر ہے۔

آج کی دنیا میں مسلمان بیچارا دنیا کی ذلیل قوم صرف اس وجہ سے بنا ہے کہ لوگوں کی ناجائز باتوں میں خود ایک دوسرے سے برسر پیکار ہے۔ اللہ کی رسی کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اس کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس آیت کو اپنا نصب العین بنائے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ①

''کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور علیحدگی اختیار نہ کرو۔''

نیز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اس قول کو اپنا طریقہ حیات بنالے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

① آل عمران: 103.

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ①

''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور جھگڑا نہ کرو کہ تم بکھر جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، تم صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات، وصلى الله وسلم على خير خلقه محمد وعلى اله وصحبه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

وصی اللہ محمد عباس

وادی بشم، شارع الحج

مكة المكرمة، سعودى عرب

① الانفال: 46.